WAQFE NAU BOYS' ANNUAL TRIP TO JAMIA AHMADIYYA, CANADA

Register online at
www.waqfenau.us
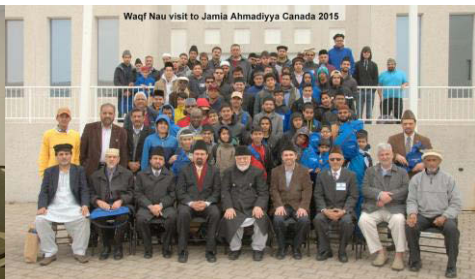
APRIL 8 - 10, 2016
(FRI - SUN)

Experience a full day at the Jamia along with sports competitions and sightseeing

APPLY FOR ADMISSION TO JAMIA AHMADIYYA, CANADA

Jamia Ahmadiyya Canada is seeking US applicants for admission into the 7-year Shahid degree program beginning in fall, 2016. The applicants for admission must fulfill the following prerequisites:

- The applicant must be between 17 and 20 years of age.
- The applicant must have finished high school.
- The applicant must apply for Waqfe Zindagi (life dedication) also.
- The applicant must be able to recite the Holy Quran correctly.

For detailed information, please contact info@jamiaahmadiyya.ca or call (706)-860-1629.

Hafiz Samiullah Chaudhary
National Secretary Waqfe Nau, USA

النور

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

(البقرۃ:۲۵۸)

جلد ۶۷ شمارہ ۳، ۴ مسیح موعود نمبر

فہرست

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ تَوۡبَۃً نَّصُوۡحًا ؕ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَیُدۡخِلَکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ

(سورۃ التحریم: 9)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ بعید نہیں کہ تمہارا ربّ تم سے تمہاری بُرائیاں دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔

فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِکُمۡ

(البقرۃ :55)

پس توبہ کرتے ہوئے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف جھکو۔

(700حکمِ خداوندی صفحہ 85-86)

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر امیر جماعت احمدیہ، یو ایس اے

ادارتی مشیر:

محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر

مدیر: سید ساجد احمد

معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: publications@ahmadiyya.us

OR

Editor Ahmadiyya Gazette

15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنی کی سواری موقوف ہو جائے گی

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ۝ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۝ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۝ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ۝ وَ إِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ۝ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ۝ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ۝عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ۝(التکویر 81:2-15)

ترجمہ و تفسیر بیان فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام:

یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لئے یہ ایک عظیم الشان نشان ہے کہ آپ نے تیرہ سو برس پہلے ایک نئی سواری کی خبر دی ہے اور اس خبر کو قرآن شریف اور حدیثِ صحیح دونوں مل کر پیش کرتے ہیں۔ اگر قرآن شریف خدا کا کلام نہ ہوتا تو انسانی طاقت میں یہ بات ہر گز داخل نہ تھی کہ ایسی پیشگوئی کی جاتی کہ جس کا وجود ہی ابھی دُنیا میں نہ تھا اُس کے ظہور کا حال بتایا جاتا جب کہ خدا کو منظور تھا کہ اس پیشگوئی کو ظہور میں لاوے۔ تب اُس نے ایک انسان کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ وہ ایسی سواری ایجاد کرے جو آگ کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں تک پہنچادے۔

خدا نے اس آخری زمانہ کے بارے میں جس میں تمام قومیں ایک مذہب پر جمع کی جائیں گی صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف میں اَور بھی کئی نشان لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ۔۔۔ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جس کے ذریعہ سے کتابیں بکثرت ہو جائیں گی (یہ چھاپنے کے آلات کی طرف اشارہ ہے) اور ایک یہ کہ اُن دنوں میں ایک ایسی سواری پیدا ہو جائے گی کہ اُونٹوں کو بے کار کر دے گی اور اس کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور ایک یہ کہ دُنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو بآسانی خبریں پہنچا سکیں گے۔۔۔ یہ سب علامتیں اس زمانہ میں پوری ہو گئیں۔ عقلمند کے لئے صاف اور روشن راہ ہے کہ ایسے وقت میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا جب کہ قرآن شریف کی لکھی ہوئی تمام علامتیں میرے ظہور کے لئے ظاہر ہو چکی ہیں۔ (لیکچر لاہور صفحہ 37،38)

وَاِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ اسی زمانہ کی نسبت مسیح موعود کے ضمن بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی جو صحیح مسلم میں درج ہے اور فرمایا لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنی کی سواری موقوف ہو جائے گی پس کوئی ان پر سوار ہو کر ان کو نہیں دوڑائے گا اور یہ ریل کی طرف اشارہ تھا کہ اس کے نکلنے سے اُونٹوں کے دوڑانے کی حاجت نہیں رہے گی اور اُونٹ کو اس لئے ذکر کیا کہ عرب کی سواریوں میں سے بڑی سواری اُونٹ ہی ہے جس پر وہ اپنے مختصر گھر کا تمام اسباب رکھ کر پھر سوار بھی ہو سکتے ہیں اور بڑے کے ذکر میں چھوٹا خود ضمناً آجاتا ہے۔ پس حاصل مطلب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ایسی سواری نکلے گی کہ اُونٹ پر بھی غالب آجائے گی جیسا کہ دیکھتے ہو کہ ریل کے نکلنے سے قریباً وہ تمام کام جو اُونٹ کرتے تھے اب ریلیں کر رہی ہیں۔ پس اس سے زیادہ صاف اور منکشف اور کیا پیشگوئی ہو گی چنانچہ اس زمانہ کی قرآن شریف نے بھی خبر دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَاِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ یعنی آخری زمانہ وہ ہے کہ جب اونٹنی بے کار ہو جائے گی۔ یہ بھی صریح ریل کی طرف اشارہ ہے اور وہ حدیث اور یہ آیت ایک ہی خبر دے رہی ہیں اور چونکہ حدیث میں صریح مسیح موعود کے بارے میں یہ بیان ہے اس سے یقیناً یہ استدلال کرنا چاہیئے کہ یہ آیت بھی مسیح موعود کے زمانہ کا حال بتلا رہی ہے اور اجمالاً مسیح موعود کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ (شہادت القرآن صفحہ 12)

(تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ 548-549)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں

احادیث مبارکہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تُحْشَرُوْنَ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ: کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ فَاَوَّلُ مَنْ یُکْسٰی اِبْرٰھِیْمُ ثُمَّ یُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِنْ اَصْحَا بِیْ ذَتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ: اَصْحَابِیْ، فَیُقَالُ: اِنَّھُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ، فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ: وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم اذا نتبذت من اھلھا)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تمہارا حشر ننگے پاؤں ننگے جسم ہو گا۔ جیسے ابھی تمہارا ختنہ بھی نہ ہوا ہو۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی ”جس طرح ہم نے شروع میں پیدا کیا۔ اسی طرح ہم انسان کو لوٹائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کریں گے“ سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیمؑ ہوں گے۔ (انہی ہنگاموں میں جب حساب کتاب کا وقت آئے گا تو میرے صحابہؓ میں سے بعض کے دائیں ہاتھ میں اور بعض کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے، بائیں ہاتھ میں اعمال نامے لینے والوں کے متعلق میں کہوں گا یہ بھی تو میرے صحابہ ہیں انہیں کیوں بائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملے ہیں) تو جواب ملے گا یہ آپؐ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے۔ تو اس پر میں ایسا ہی کہوں گا۔ جیسا کہ اللہ کے نیک بندے عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا تھا۔ میں ان کا نگران رہا جب تک کہ میں ان میں موجود رہا۔ پھر جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگران تھا اور تُو ہر چیز پر شاہد اور نگران ہے اگر تُو ان کو سزا دے تو یہ تیرے قصور وار بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے تو تُو غالب اور حکمت والا ہے۔

****

لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ

(الیواقیت والجواھر، امام شعرانی، تفسیر ابن کثیر برحاشیہ تفسیر فتح البیان)

اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ رہتے تو مجھ پر ایمان لانے اور میری پیروی کرنے کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہ ہوتا۔ یعنی وہ بھی میری پیروی کرتے۔

****

عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ یَمَانٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَمِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَۃً یَبْعَثُ اللّٰہُ الْمَھْدِیَّ۔ (النجم الثاقب جلد 2 صفحہ 209)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 1240 سال کے بعد اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

****

عربی اُمّ الالسنہ ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

’’مَیں ایک دن اپنی کمیٔ سرمایہ کو یاد کر رہا تھا اور نرم اور نوخیز سبزہ کی طرح کانپتا تھا اور انہیں غموں میں بے قرار ہو رہا تھا اور قرآن شریف کی آیتیں پڑھتا تھا اور دلی کوشش سے فکر کر رہا تھا اور تدبر اور سوچ کی دُبلی اونٹنی کو چلا رہا تھا اور خدا تعالیٰ سے مانگ رہا تھا کہ مجھے معرفت کی راہ دکھاوے اور اہل ظلم پر میری حجت کو پوری کرے اور اس ظلم کا تدارک کرے جو زیادتی کرنے والوں سے صادر ہو چکا ہے پس اس عرصہ میں جو میں ایک سریع الحرکت انسان کی طرح فکر کر رہا تھا اور تفتیش کا تنور گرم تھا اور میں بعض آیتوں کو دیکھتا اور ان کے بینات میں غور کرتا تھا کہ ناگاہ میری آنکھوں کے سامنے ایک آیت قرآن شریف کی چمکی اور وہ ایسی چمک نہ تھی جیسا کہ عمان کے موتیوں کی بلکہ اس سے بڑھ کر تھی۔ پس جبکہ میں نے ان آیتوں کے مضمون میں غور کیا اور روشنی کی پیروی کی اور ان کے میدان تک پہنچا تو میں نے ان آیتوں کو مخزن علوم پایا اور چھپے ہوئے بھیدوں کا دفینہ دیکھا۔ سو اس کے دیکھنے نے میرے بازو کو ہلا دیا اور اس کی قوت میرے پر ہزار سوار کی طرح ظاہر ہوئی اور اس کی سبزی اور تازگی نے میرے دل کو کھینچ لیا اور اس کی لڑائی نے یک دفعہ دشمنوں کو ہلاک کر دیا اور اس کی جماعت نے میرے دل کو خوش کیا سو میں نے الحمد للہ کہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور میں نے ان آیات میں وہ عجائبات دیکھے جو آنکھوں کو خنکی سے بھر دیتے ہیں اور معارف کی دولت بخشتے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں کو خوش کر دیتے ہیں اور مجھ کو لغتوں کا سرّ اور ان کی اصل جگہ بتلائی گئی اور کلمات کے پیوند اور ان کے راز سے میں توشہ دیا گیا اور اسی طرح بلند بھید مجھ کو عطا کئے گئے اور بڑے بڑے نکتے مجھ کو دیئے گئے تا خدا تعالیٰ میرا یقین زیادہ کرے اور تا تجاوز کرنے والوں کا پیچھا کاٹ ڈالے اور اگر تو چاہتا ہے کہ آیۃ موصوفہ اور اس کے حملہ سے نجات ہو تو قرآن کے اس مقام کو پڑھ جہاں یہ لکھا ہے کہ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں بھیجا تا تو اس شہر کو ڈراوے اور جو تمام آبادیوں کی ماں ہے اور ان آبادیوں کو جو اس کے گرد ہیں یعنی تمام دنیا کو اور اس میں قرآن کی مدح اور عربی کی مدح ہے پس عقلمندوں کی طرح تدبر کر اور غافلوں کی طرح ان پر سے مت گزر اور جان کہ یہ آیت قرآن اور عربی اور مکہ کی عظمت ظاہر کرتی ہے اور اس میں ایک نور ہے جس نے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور لاجواب کر دیا پس تمام آیت کو پڑھ اور اس کے نظام کی طرف دیکھ اور دانشمندوں کی طرح تحقیق کر اور میں نے ان آیتوں میں تدبر کیا پس کئی بھید ان میں پائے پھر ایک گہری غور کی تو کئی نور اُن میں پائے پھر ایک بہت ہی عمیق نظر سے دیکھا تو اتارنے والے قہار کا مجھے مشاہدہ ہوا جو رب العالمین ہے اور میرے پر کھولا گیا کہ آیت موصوفہ اور اشارات ملفوفہ عربی کے فضائل کی طرف ہدایت کرتی ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ اُمّ الالسنہ ہے اور قرآن پہلی کتابوں کا اُمّ یعنی اصل ہے اور مکہ تمام زمین کا اُمّ ہے۔‘‘

(مِنن الرحمٰن صفحات 181 تا 183)

مسیحِ زماں کا اعلانِ کامیابی و کامرانی

رَسِید مُژدہ زِ غَیبَم کہ مَن ہماں مَردَم
کہ اُو مجدّدِ ایں دِین و رَہنما باشَد

لِوائے ما پَنَہِ ہر سَعِید خواہَد بُود
نِدائے فَتح نمایاں بنامِ ما باشَد

عَجب مَدار اَگر خَلق سُوئے ما بِدَوَند
کہ ہر کُجا کہ غَنی مے بوَد گدا باشَد

گُلے کہ رُوئے خزاں را گہے نَخواہد دِید
بباغِ ماست اگر قسمتَت رَسا باشَد

مَنَم مسیح ببانگِ بُلند مے گویَم
مَنَم خلیفۂ شاہے کہ بر سَمَا باشَد

مُقَدَّر است کہ رُوزے بَرِیں اَدیمِ زمیں
ہزارہا دِل و جاں بَر رَہَم فدا باشَد

(تریاق القلوب)

مجھے غیب سے یہ خوشخبری ملی ہے کہ میں وہی انسان ہوں جو اس دین کا مجدد اور رہنما ہے۔

ہمارا جھنڈا ہر خوش قسمت انسان کی پناہ گاہ ہو گا اور کھلی کھلی فتح کا شہرہ ہمارے نام پر ہو گا۔

اگر مخلوقات ہماری طرف دوڑ کر آئے تو تعجب نہ کر کہ جہاں دولتمند ہوتا ہے وہاں فقیر جمع ہو جاتے ہیں۔

وہ پھول جو کبھی خزاں کا منہ نہ دیکھے گا وہ ہمارے باغ میں ہے اگر تیری قسمت یاور ہو۔

میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ میں ہی مسیح ہوں اور میں ہی اس بادشاہ کا خلیفہ ہوں جو آسمان پر ہے۔

یہ بات مقدر ہو چکی ہے کہ ایک دن روئے زمیں پر ہزاروں جان و دل میری راہ میں قربان ہوں گے۔

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

4/دسمبر 2015ء

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ احمدی دن چڑھتے ہی عاشقوں کی طرح ادھر ادھر دوڑنے لگتے تھے کہ معلوم کریں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو رات کو کیا وحی ہوئی ہے، وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہر بچے سے یہ سوال پوچھتے تھے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہماری یہ حالت تھی کہ جونہی حضرت مسیح موعودؑ نماز کے لئے جاتے تو ہم کاپی اٹھاکے دیکھتے کہ کیا الہام ہوا ہے یا پھر مسجد جاکر خود آپ سے سنتے، پس یہ ذوق و شوق اس لئے تھا کہ اپنے ایمانوں کو مزید مضبوط کریں، اس کی برکات حاصل کریں، اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد کریں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مخلص صحابیؓ کا نام منشی اروڑے خان صاحبؓ تھا، اس نام رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں جن کے بچے عام طور پر فوت ہو جایا کرتے تھے وہ بچے کو میل کے ڈھیر پر گھسیٹتے تھے کہ شاید اس طرح وہ بچ جائے، یہ طریق اس وقت رائج تھا اور پھر اس کا نام اروڑا رکھ دیا جاتا تھا، ان منشی صاحب کا نام اسی طرح ان کے والد صاحب نے اروڑا رکھا تھا مگر وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اروڑا نہ تھے، ماں باپ نے ان کا نام اس لئے رکھا تھا کہ شاید میل کے ڈھیر پر پڑ کر ہی یہ بچہ زندہ رہے۔ جو لوگ خدا کے ہو جاتے ہیں ان کو تو مانگنا بھی نہیں پڑتا، بعض وقت وہ ناز کے انداز میں کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ خود بخود ان کی ضروریات پوری کرتا ہے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سے ہی میں نے یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک بزرگ تھے ان پر ایک دفعہ ایسی حالت آئی کہ وہ سخت مصیبت میں تھے، کسی نے ان سے کہا کہ آپ دعا کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے کہا کہ اگر میرا رب مجھے نہیں دینا چاہتا تو میرا دعا کرنا گستاخی ہے، جب اس کی مرضی نہیں تو میں کیوں مانگوں؟ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ اب میں دنیا کے حالات کے بارہ میں مختصراً کچھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس تباہی کی طرف دنیا تیزی سے جا رہی ہے، اس کے لئے احباب جماعت کو دعا کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنی چاہئے، نام نہاد اسلامی حکومت جو عراق اور شام میں قائم ہے، اس کے خلاف اب مغربی حکومتوں نے فرانس کے ظالمانہ واقعہ کے بعد جو سخت اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ہوائی حملے کرنے کا منصوبہ بنایا ہے بلکہ شروع کر دیئے ہیں، اگر ان حکومتوں نے یہ حملے کرنے ہیں تو پھر ان پر کریں جو ظلم کر رہے ہیں۔ بعض حالات اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر یہ فتنہ ختم ہو بھی گیا تو حالات نہیں سدھریں گے بلکہ اس کے بعد بڑی طاقتوں کی آپس میں کھینچا تانی شروع ہو جائے گی اور بعید نہیں کہ جنگ شروع ہو جائے کیونکہ روس اور دوسری بڑی طاقتوں میں رنجشیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور پھر عوام ہی ہیں جو زیادہ تر مریں گے، گزشتہ جنگوں میں بھی ہم نے یہی دیکھا ہے، عوام ہی مرتے ہیں، معصوم لوگ ہی مرتے ہیں، اس لئے بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہی سے بچائے، اس کے علاوہ بھی احتیاطی تدبیروں کی طرف حضور نے جماعت کو توجہ دلائی تھی۔

11/دسمبر 2015ء

آج کل جو اسلام کے نام پر شدت پسند گروہ نے شام اور عراق میں کچھ علاقے پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کی ہے، اس نے مغربی ممالک کو بھی نہ صرف دھمکیاں دی ہیں بلکہ بعض جگہ ظالمانہ حملے کر کے معصوموں کو قتل بھی کیا ہے جس کا حضور گزشتہ خطبوں میں ذکر بھی کر چکے ہیں، اس چیز نے جہاں عوام کو خوفزدہ کیا ہے وہاں ان لوگوں کو جو بعض ملکوں کے لیڈر ہیں، لاعلمی کی وجہ سے یا اسلام مخالف خیالات کی وجہ سے اسلام کے خلاف کہنے کا موقع بھی دیا، کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے دوسرے مذاہب کی تعلیم میں بھی سختی ہے لیکن اس کے ماننے والے یا تو اس پر عمل نہیں کرتے یا اس میں حالات کے مطابق تبدیلیاں کر لی ہیں۔ پس یہ باتیں جہاں مخالفین اسلام کے اعتراضات کا شافی جواب ہیں، ان کا یہ کہنا ہی کہ دوسرے مذہب زمانے کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال چکے ہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ مذہب مردہ ہو چکے ہیں لیکن ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ کے اس پرشوکت کلام میں مسلمانوں کو بھی دعوت ہے کہ اس زمانے میں اسلام پر تحریر و تقریر کے ذریعے جو حملے ہو رہے ہیں، ان کا توڑ کرنے کے لئے اس شخص کے ساتھ رشتہ جوڑ کر اسلام کی خوب صورت تعلیم کی عظمت سے ان

مخالفین کا منہ بند کریں جو اسلام پر دہشت گردی اور شدت پسندی کا الزام لگاتے ہیں، جو گروہ اور لوگ تلوار کے زور سے اسلام پھیلانے کا دعویٰ کرتے ہیں، حقیقت میں وہ اسلام مخالف طاقتوں کے آلہ کار ہیں۔ گزشتہ دنوں یہاں برٹش پالیمنٹ میں گلاسگو کی ایک ممبر پارلیمنٹ نے اسلام کی حقیقت کے بارہ میں جماعت احمدیہ کے حوالہ سے بتایا کہ اسلام کی امن اور سلامتی کی تعلیم پر عمل کرنے والے احمدی مسلمان ہیں اور گلاسگو میں ان کا ایک پیس سمپوزیم تھا جس میں میں شامل ہوئی تھی اس پر وہاں بیٹھی ہوئی وزیر داخلہ نے بھی کہا کہ جو اسلام احمدی پیش کرتے ہیں وہ واقعی اس سے بہت مختلف ہے جو اسلام شدت پسند دکھاتے ہیں اور حقیقت میں احمدی امن پسند شہری ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں توجہ دلائی کہ دین کی خوبیوں کو پیش کرو اور وہ تبھی پیش ہو سکتی ہیں جب خود علم ہو، اپنے علم کو بڑھاؤ اور دوسرا فرمایا کہ نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو، پس یہ ہر احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرنے کے لئے قرآن کریم کا علم حاصل کرے اور پھر اپنے نیک نمونے قائم کر کے دنیا کو اپنی طرف کھینچے اور یہی علم اور عمل ہے جس سے اس زمانے میں ہم حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں آتے ہوئے قرآن کریم اور اسلام کی حفاظت کے کام میں حصہ دار بن سکتے ہیں اور دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ اگر دنیا میں حقیقی امن قائم کرنا ہے تو قرآن کریم کے ذریعہ ہی قائم ہونا ہے۔ دنیا اس وقت آگ کے گڑھے کے جس دہانے پر کھڑی ہے، کسی وقت بھی ایسے حالات ہو سکتے ہیں کہ وہ اس میں گر جائے، ایسے وقت میں دنیا کو اس آگ میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرنا اور امن اور سلامتی کا کام کرنا ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اور ایک احمدی ہی کر سکتا ہے، پس اس کے لئے کوشش کی ضرورت ہے، سب سے بڑی چیز اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے ایک خاص تعلق کا پیدا کرنا ہے، اس کے آگے جھکنا ہے، اس کا تقویٰ اختیار کرنا ہے، اس کا تقویٰ اپنے دلوں میں پیدا کرنا ہے تبھی ہم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بھی اور دنیا کو بھی امن اور سلامتی دے سکتے ہیں۔ مربی سلسلہ عنایت اللہ احمدی صاحب کی وفات، مولوی بشیر احمد درویش قادیان کی وفات، سیدہ قانتہ بیگم صاحب کی اوڑیسہ میں وفات۔

18/دسمبر 2015ء

سب سے بڑا الزام جو یہ لوگ مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے کے لئے لگاتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو ہم نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ سے بڑا سمجھتے ہیں، بلکہ ان علماء کی اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے جھوٹ اور ظلم کی یہ انتہا ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کے متعلق بعض ایسے الفاظ کہے ہیں جن سے آپ کی ہتک ہوتی ہے، جہاں جہاں ان کو موقع ملتا ہے یہی الزام یہ لوگ افراد جماعت پہ بھی لگاتے ہیں کہ احمدی نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضور ﷺ سے بڑا سمجھتے ہیں۔ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا، غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں، جس کا اکمل اور اتم اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولا، سید الانبیاء، سید الاحیاء محمد ﷺ ہیں، سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی، یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ﷺ ہے (ہزار ہزار درود و سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے، اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں، افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا، وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا، اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا، اس کو تمام انبیا اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ یہ سوچنا چاہئے کہ کیا یہ عزت، کیا یہ شوکت، کیا یہ اقبال، کیا یہ جلال، کیا یہ ہزاروں نشان آسمانی، کیا یہ ہزاروں برکات ربانی جھوٹے کو بھی مل سکتی ہیں، ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی کریم ﷺ کا ہم نے دامن پکڑا ہے، خدا کا اس پر بڑا ہی فضل ہے، وہ خدا تو نہیں مگر اس کے ذریعے سے ہم نے خدا کو دیکھ لیا ہے، اس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے، اگر اسلام نہ ہوتا تو اس زمانے میں اس بات کا سمجھنا محال تھا کہ نبوت کیا چیز ہے اور کیا معجزات ممکنات میں سے ہے اور کیا وہ قانون قدرت میں داخل ہے، اس نکتہ کو اس نبی کے دائمی فیض نے حل کیا اور اسی کے طفیل ہم دوسری قوموں کی طرح صرف قصہ گو نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان مفاد پرستوں کے چنگل سے امت مسلمہ کو بچائے اور یہ آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کو ماننے والے ہوں اور یہی ایک ذریعہ ہے جو امت مسلمہ کی ساکھ کو دوبارہ قائم کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور ارشادات کو پڑھنے اور انہیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے ہمیں بھی اپنے تک پہنچنے کا ادراک عطا فرمائے اور توفیق بھی عطا فرمائے (آمین)۔

25/دسمبر 2015ء

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: یہ دن قادیان میں جلسہ سالانہ کے دن ہیں، کل سے انشاء اللہ تعالیٰ قادیان کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے، اسی طرح آج آسٹریلیا کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو چکا ہو گا اور امریکہ کے ویسٹ کوسٹ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہونے والا ہے، وقت کا فرق ہے اس لئے کچھ دیر بعد شروع ہو اور شاید بعض اور ملکوں میں بھی ان دنوں جلسے ہو رہے ہوں گے یا ہونے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان تمام جلسوں کو بابرکت فرمائے، قادیان کے جلسہ سالانہ کی خاص طور پر اس لحاظ سے بھی اہمیت ہے کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی بستی ہے اور یہیں آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر جلسے شروع کروائے تھے، حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مختلف خطبات میں جلسہ سالانہ کے حوالہ سے اس زمانے سے بھی آگاہی دی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے۔ قادیان پر بعد میں تقسیم ہند کے وقت ایسا دور بھی آیا جب صرف چند احمدی وہاں رہ گئے بلکہ چند سو کے سوا سب کو ہجرت کرنی پڑی لیکن آج پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے وسعت پیدا ہو رہی ہے اور وہاں جانے والے اب اس وسعت کو دیکھ رہے ہوں گے، تاریخ کے دریچے میں سے جھانک کر دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش نظر آتی ہے، آج ربوہ کے رہنے والے بھی ان دنوں میں بے چین ہوں گے تو انہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے، انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی حالات بدلیں گے اور رونقیں بھی قائم ہوں گی لیکن پاکستان اور ربوہ میں رہنے والوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دینی ہو گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'کمزوری نہ دکھاؤ اور غم نہ دکھاؤ جبکہ تم مومن ہو'۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا آج قادیان کی جلسہ گاہ اور بھی وسیع ہو گئی ہے، میں جلسہ میں شامل ہونے والے جتنے بھی لوگ ہیں ان سے کہتا ہوں کہ ایک وسیع میدان جس میں تمام سہولتیں بھی میسر ہیں، جہاں ایک زبان کی بجائے اس زمانے میں تو کئی زبانوں میں آوازیں پہنچائی جا رہی ہیں، جہاں اس وقت مختلف قوموں کے لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، جہاں پاکستان سے آئے ہوئے اپنے حقوق سے محروم لوگ بھی بیٹھے ہیں، اپنے آپ میں یہ سب لوگ وہ ایمان اور اخلاص پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں، ایک جذبہ پیدا کریں جو ان 200 لوگوں میں تھا جس کی مثال حضرت مصلح موعودؓ نے دی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ جماعت کے وہ تمام دوست جن کا جلسہ پر آنا ممکن ہو وہ جمع ہوا کریں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو سننے اور سنانے میں شامل ہوا کریں جو ان دنوں یہاں کیا جاتا ہے، ابھی تک ہمارے ملک میں وسائل سفر اتنے آسان نہیں جتنے کہ یورپ میں آسان ہیں اور ہندوستان کے باہر تو کئی ممالک میں وسائل میں اور بھی کمی ہے جیسا کہ ایران ہے یا افغانستان ہے، پھر ابھی ہماری جماعت میں ایسے لوگ شامل نہیں جو مالدار ہوں جو دور دراز ممالک سے جب کہ ہوائی جہاز کی آمد و رفت نے سفر کو بہت حد تک آسان کر دیا ہے، جلسہ سالانہ کے ایام میں قادیان پہنچ سکیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہر اس چیز کے ساتھ جو خوشی کا موجب ہوتی ہے، تکلیف بھی ہوتی ہے اور جہاں پھول پائے جاتے ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں، اسی طرح ترقی کے ساتھ بغض اور حسد اور اقبال کے ساتھ زوال لگا ہوا ہے، غرض ہر چیز جو اچھی اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کے راستے میں کچھ مخالف طاقتیں بھی ہوا کرتی ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک اس بات کا مستحق ہی نہیں کہ اسے کامیابی حاصل ہو جب تک وہ مصائب اور تکالیف برداشت نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور ان کی جماعتوں کو بھی کچھ نہ کچھ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں، کبھی کبھی تو ان پر ایسے ابتلاء آتے ہیں کہ کمزور اور کچے ایمان والے مرتد ہو جاتے ہیں۔ یونس عبدالجلیل صاحب آف کرغزستان کی 22 دسمبر کو شہادت۔

یکم جنوری 2016ء

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: آج نئے سال کا پہلا دن ہے اور یہ جمعہ کے بابرکت دن سے شروع ہو رہا ہے، حسب روایت نئے سال کے شروع ہونے پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں، حضور کو بھی نئے سال کے مبارک باد کے پیغام احباب جماعت کی طرف سے موصول ہو رہے ہیں، آپ بھی ایک

دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہوں گے، مغربی ممالک میں ساری رات شراب نوشی، ہلڑ بازی، پٹاخے اور آتش بازی سے نئے سال کا آغاز کیا جاتا ہے، بلکہ مسلمان ممالک میں بھی نئے سال کا اسی طرح آغاز کیا جاتا ہے۔ احمدیوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی رات عبادت میں گزار دی یا صبح جلدی جاگ کر نفل پڑھ کر نئے سال کے پہلے دن کا آغاز کیا، بہت سی جگہوں پر باجماعت تہجد بھی پڑھی گئی لیکن اس سب کے باوجود ہم مسلمانوں کی نظر میں غیر مسلم ہیں اور یہ ہلڑ بازی کرنے والے، غیر مذاہب کی رسومات کو بڑے اہتمام سے منانے والے یہ لوگ مسلمان ہیں، بہر حال ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہیں اور ہمیں کسی کی سند کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر ہم کسی سند کے خواہشمند ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں حقیقی مسلمان بن کر سند لینے کے اوراس کے لئے اتنا ہی کافی نہیں کہ ہم نے سال کے پہلے دن تہجد پڑھ لی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں، یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعے سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے، بڑے بڑے عارفوں اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے، کسی کے غصہ سے خود مغلوب الغضب نہ ہو جاؤ اور وہی حرکت خود نہ شروع کر دو، تکبر اور غرور بھی غصہ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، تکبر اور غرور ہوں تو غصہ آتا ہے انسان کو، غضب اس وقت ہو گا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے، میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں، یا ایک دوسرے کو نظر استخفاف سے دیکھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: جماعت کے باہم اتفاق اور اخوت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو، خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی، نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو، برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی، اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو بے نصیب رہو گے، اس لئے اختلافات کو ختم کرو اور اتحاد پیدا کرو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کیا کرو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے، تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت سے ہیں لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراحل اور مراتب کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پالیتا ہے۔

8/ جنوری 2016ء

حضرت مسیح موعودؑ اپنے الہام کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی حضرت مسیح موعودؑ کے ہر کام میں کارساز ہے، پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو مجھ کو ہی کارساز سمجھ لے اور دوسروں کا اپنے کاموں میں کچھ بھی دخل مت سمجھ، آپؑ نے جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ یہ الہام ایسا ہے کہ جماعت کے ہر فرد کو یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ تمہاری خدمتوں کا محتاج نہیں ہے نہ ہی تمہاری قربانیوں کا محتاج ہے، جب اس نے اس سلسلہ کو قائم فرمایا ہے تو اس کو چلانے والا بھی وہ انتظام کرنے والا ہے، آپؑ نے افراد جماعت کو فرمایا کہ تمہیں جو خدمت کا موقع ملتا ہے اس کو فضل الٰہی سمجھ کر کرو۔ اس الہام میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت احمدیہ کا جاری نظام بھی ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی کوشش کا حق ادا کرتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسی سے مدد مانگنی ہے اور اسی پر انحصار کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ خود ہی ہر کام میں آسانیاں پیدا کرتا چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی نصرتوں کے نظارے ہم آج تک دیکھ بھی رہے ہیں، اللہ تعالیٰ احمدیوں کے دلوں میں قربانی کی اہمیت ڈالتا ہے اور وہ غیر معمولی نمونے بھی دکھاتے ہیں، جماعت میں وصیت کا ایک نظام ہے، چندہ عام کا ایک نظام ہے اس کے علاوہ مختلف تحریکات ہوتی رہتی ہیں، دو تحریکات مستقل تحریکات ہیں یعنی وقف جدید اور تحریک جدید۔ وقف جدید کی تحریک پہلے صرف پاکستان میں تھی، پھر تمام دنیا میں عام کر دی گئی اور اسکے بعد بھی اس میں مزید وسعت پیدا کی گئی، قربانی کے غیر معمولی نمونے افراد جماعت کی طرف سے دیکھنے کو ملتے ہیں، پاکستان کے دیہاتی اور دور دراز علاقوں میں تربیتی اور تبلیغی کاموں میں تیزی پیدا کرنے کے لئے وقف جدید کی تحریک کو جاری کیا گیا تھا پھر جب یہ تمام دنیا کے لئے عام کی گئی تب بھی اس کے مخصوص مقاصد تھے، خاص علاقوں کے لئے اس میں سے خرچ کیا جانا تھا، اس کے لئے شروع میں جن علاقوں کے لئے یہ تحریک شروع کی گئی تھی وہ بھارت، افریقہ اور دوسرے غریب ممالک کے علاقوں میں تربیت اور

تبلیغ کے کاموں کو فعال کرنے کے لئے اس کو جاری کیا گیا۔ سال 2010 میں 600،000 افراد نے وقف جدید میں شمولیت اختیار کی، اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح نے خاص طور پر مختلف جماعتوں کو تحریک کی تھی کہ تربیت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک چندہ کے نظام میں شامل نہیں کریں گے، اب اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے شامل ہونے والوں کی تعداد 1،200،000 سے تجاوز کر چکی ہے لیکن ابھی بھی بہت زیادہ گنجائش ہے کیونکہ چندوں کی طرف توجہ دلانا بہت ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان میں ترقی نہیں ہو سکتی، اس کے بعد حضور نے چندہ کی ادائیگی سے متعلق چند ایمان افروز واقعات افریقن ممالک، فن لینڈ، ہندوستان، ماریشس، آسٹریلیا، ناروے، جرمنی اور کینیڈا سے سنائے۔ سال 2015 میں مالی قربانی کے لحاظ سے پاکستان کے بعد پہلے نمبر پر برطانیہ ہے، امریکہ دوسرے نمبر پر، جرمنی تیسرے، کینیڈا چوتھے، ہندوستان پانچویں، آسٹریلیا چھٹے، انڈونیشیا ساتویں، مڈل ایسٹ کی جماعت آٹھویں، بیلجیئم نویں اور گھانا دسویں نمبر پر ہے، مقامی کرنسی میں وصولی میں اضافے کے لحاظ سے گھانا نمبر ایک پر ہے، اس کے بعد امریکہ اور پھر برطانیہ ہے، بڑی جماعتوں میں فی کس ادائیگی کے لحاظ سے پہلے ایک مڈل ایسٹ کی جماعت ہے پھر امریکہ ہے پھر دوبارہ مڈل ایسٹ کی جماعت ہے چوتھے نمبر پر سوئٹزرلینڈ اور پانچویں نمبر پر برطانیہ ہے، چھٹے پہ آسٹریلیا ساتویں پر بیلجیئم اور پھر جرمنی اور کینیڈا ہیں۔ محمد اسلم شاد منگلا صاحب کی وفات اور احمد شیر جوئیہ صاحب کی وفات۔

15 / جنوری 2016ء

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ایک جنگ میں شرکت کے لئے جا رہے تھے تو حضرت علیؓ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کے جا رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہو جو ہارونؑ سے موسیٰؑ کی تھی، حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو پیچھے چھوڑ کر گئے تھے اس سے حضرت ہارونؑ کی عزت کم نہیں ہوئی تھی، پس حضرت علیؓ کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح عزت قائم فرمائی اور پھر آپ تک ہی نہیں بلکہ اسلام میں جو اکثر اولیاء اور صوفیاء گزرے ہیں وہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہی ہیں۔

نمازوں کے ضائع ہونے کا ایک واقعہ حضرت امیر معاویہ کا ہے، حضرت مصلح موعودؓ حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت معاویہ کی صبح کے وقت آنکھ نہ کھلی اور جب کھلی تو دیکھا کہ نماز کا وقت گزر گیا ہے، اس پر وہ سارا دن روتے رہے، دوسرے دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی آیا ہے اور نماز کے لئے اٹھاتا ہے، انہوں نے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا شیطان ہوں اور میں تمہیں نماز کے لئے اٹھانے آیا ہوں، انہوں نے کہا تجھے نماز کے لئے اٹھانے سے کیا تعلق، اس نے کہا کل جو میں نے تمہیں سوتے رہنے کی تحریک کی اور سوتے رہے اس پر تم سارا دن روتے رہے اور فکر کرتے رہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: وہ دن دور نہیں جس دن حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام پورا ہو گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے، بادشاہتیں تو آہستہ آہستہ ختم ہی ہو رہی ہیں لیکن ملک کا صدر بھی بادشاہ ہی ہوتا ہے اگر روس کا وزیر اعظم بھی مسلمان ہو جائے تو وہ بھی بادشاہ سے کسی طرح کم نہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے لیکن وہ حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑوں سے اسی وقت برکت ڈھونڈیں گے جب تم آپؑ کی کتابوں سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ۔

حضرت مسیح موعودؑ جب کتب تحریر فرما رہے تھے، ابتدائی زمانہ تھا، وسائل بہت کم تھے اس وقت کی تصویر کشی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعودؑ کاتبوں کے نخرے برداشت کرتے تھے اور کس طرح معیار اچھا رکھنے کی کوشش فرماتے تھے، میر مہدی حسن صاحب کے بارہ میں فرماتے ہیں جب وہ احمدی نہیں تھے کہ میر صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں چھپوائی کے انچارج تھے، جب حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب کی کاپی چھپتی تو بڑے غور سے پڑھتے تھے اور اگر کہیں فل سٹاپ بھی غلط لگا ہوتا تو اس کاپی کو تلف کر دیتے تھے۔

اصل برکت تو یہ ہے کہ بادشاہوں کو اسلام کا حقیقی علم حاصل ہو اور وہ اس کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں، تقریباً سب مسلمان ممالک کے جو بادشاہ اور لیڈر ہیں وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف کام کر رہے ہیں، منہ پر تو اسلام کا نام ہے اور دل ذاتی مفادات کے پیچھے ہیں، ظلم ہو رہے ہیں، پس جب حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے سے اسلام پھیلنا اور آپؑ کے کپڑوں سے لوگوں نے برکت حاصل کرنی ہے، جو بادشاہ آئیں گے آپؑ کے ذریعے سے وہ اسلام کی حقیقی تعلیم کو سمجھ

کر آئیں گے اور یہی حقیقی برکت ہے اور اس کے لئے ہمیں بھی اس حقیقی تعلیم کا علم ہونا چاہئے اور اس کے مطابق تبلیغ ہونی چاہئے اور نوجوانوں کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب کی وفات، اقبال نسیم عظمت بٹ صاحبہ کی وفات، مکرمہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ درویش قادیان کی وفات۔

22/ جنوری 2016ء

پس جب اصلاح مقصد ہے تو سزا دینے سے پہلے یہ سوچو کہ کیا سزا سے یہ مقصد حل ہو جاتا ہے، اگر سوچنے کے بعد بھی مجرم کی حالت دیکھنے کے بعد بھی اس طرف توجہ پھرتی ہے کہ اس مجرم کی اصلاح تو معاف کرنے سے ہو سکتی ہے تو معاف کر دو یا سزا دینے سے ہو سکتی ہے تو سزا دو اور معاف کرنا بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجر کا باعث بنائے گا، اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ آیت 41 میں یہ بھی واضح کر دیا کہ سزا دینے میں حد سے آگے بڑھو گے تو ظالموں میں شمار ہو گے، بہر حال یہ بنیادی قانون سزا اور اصلاح کا قرآن شریف میں پیش ہوا ہے۔ پس اسلام ایک ایسا سمویا ہوا مذہب ہے جو ہر زمانے میں اپنے احکامات کی اہمیت منواتا ہے، مجرم کے حق میں جو بہتر ہے وہ کرو، آج کل انسانی حقوق کے جو علمبردار بنے پھرتے ہیں وہ ایک طرف چلے گئے، کسی کا چاہے کتنا ہی بڑا قصور ہو، انسانی ہمدردی کے نام پر مجرموں کو اتنی شہ دی جاتی ہے کہ بہت سے مجرموں کو اپنے جرموں کا احساس ہی مٹ گیا ہے، پیشہ ور قاتل ہیں یا تکبر و غرور میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہیں اپنے سوا کسی کی زندگی کی اہمیت نظر نہیں آتی، ایسے لوگوں کی سزا تو قتل ہی ہونی چاہئے سوائے اس کے کہ مقتول کے ورثاء خود معاف کر دیں لیکن مغربی دنیا نے اکثر جگہ انسانی حقوق کے نام پر یہ قانون ختم کر دیا۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب کسی کو معاف کر دو تو تمام کینے دل سے نکال دو، غزوۂ اُحد میں ابوسفیان کی بیوی ہند نے رسول کریم ﷺ کے چچا کی نعش کی بے حرمتی کی، ان کا کلیجہ نکال کے چبالیا، ظلم اور بربریت کی انتہا کی، دوسری طرف اس سب کے باوجود آنحضرت ﷺ کا اسوہ کیا ہے کہ فتح مکہ پر یہ نقاب اوڑھ کر آپ کی مجلس میں آگئی، کھلے طور پر آ نہیں سکتی تھی کیونکہ اس جرم کی وجہ سے اس کے لئے بھی قتل کی سزا مقرر ہو گئی تھی، آپ ﷺ کی مجلس میں اس نے بیعت کی آکر اور مسلمان ہو گئی اور اس دوران بعض سوالات پوچھے، نبی کریم ﷺ اس کی آواز پہچان گئے اور پوچھا کہ کیا تم ابوسفیان کی بیوی ہند ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: جماعتی نظام اور عہدیداروں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے، بعض کے خلاف جو فیصلے ہوتے ہیں اور سفارش مجھے آتی ہے، میں یہ تو نہیں کہتا کہ انتقام کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن یہ ضرور بعض دفعہ ہوتا ہے کہ سفارش کرنے والے کا طبعاً رجحان سختی کی طرف ہوتا ہے اور بعض ضرورت سے زیادہ نرمی اور معافی کا رجحان رکھتے ہیں جس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، پس نہ سزا دینا پسندیدہ ہے اور نہ معاف کرنا قابلِ تعریف ہے، اصل چیز خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اصلاح مقصد ہو اور اس کے لئے متعلقہ محکموں کو چاہئے کہ گہرائی میں جا کر فیصلے کریں۔

بلال محمود صاحب کی ربوہ پاکستان میں شہادت۔

29/ جنوری 2016ء

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک واقعہ سنایا گیا جس پر آپ بہت ہنسے، حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ کا واقعہ جو شروع میں قادیان بہت زیادہ آیا کرتے تھے، بعد میں چونکہ بعض اہم کام آپ کے سپرد ہو گئے تھے اس لئے جلدی چھٹی ملنا مشکل ہو گیا تھا، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں یاد ہے کہ جب ہم چھوٹے بچے ہوا کرتے تھے، ان کا آنا ایسا ہی ہوا کرتا تھا جیسے مدتوں کا بچھڑا ہوا بھائی سال کے بعد اپنے کسی عزیز سے آکر ملے، آپ ایک سیشن جج کے دفتر میں لگے ہوئے تھے، آپ نے قادیان جانے کیلئے چھٹی کی درخواست دی لیکن مجسٹریٹ نے چھٹی دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں ایک عرب آیا، وہ جب کچھ دنوں کے بعد قادیان سے واپس جانے لگا تو حضرت مسیح موعودؑ نے کرایہ کے طور پر اسے کچھ دیا مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا، اس نے کہا میں نے سنا تھا کہ آپؑ نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لئے قادیان آیا تھا، کچھ لینے کے لئے نہ آیا تھا کیونکہ یہ نئی بات تھی اور اس علاقے کا کوئی بھی شخص ایسا نہیں آیا جو سوالی نہ ہو، اس بات کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ آپ کچھ دن اور ٹھہر جائیں، وہ ٹھہر گیا اور بعض لوگوں کو آپؑ نے مقرر کیا کہ انہیں تبلیغ کریں، کئی دن تک ان سے گفتگو ہوتی رہی مگر اسے کوئی اثر نہ ہوا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریق وہی ہے جو اسے کھیل کود سکھائے یعنی کھیلتے کودتے ہی تربیت ہو جائے، پہلے تو جب وہ بہت چھوٹا ہو بچہ تو کہانیوں کے ذریعہ اس کی تربیت ضروری ہوتی ہے، بڑے آدمی کے لئے تو وعظ کافی ہوتا ہے لیکن بچپن میں دلچسپی قائم رکھنے کیلئے کہانیاں ضروری ہوتی ہیں، یہ ضروری نہیں کہ وہ کہانیاں جھوٹی ہوں، حضرت مسیح موعودؑ ہمیں کہانیاں سنایا کرتے تھے، کبھی حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے، کبھی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سناتے اور کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کسی بزرگ کا ایک فارسی مقولہ سنایا کرتے تھے جس کے معنی ہیں کہ انسان کے ہاتھ کاموں میں مشغول ہونے چاہئیں لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اسی طرح ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ میں کتنی دفعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کروں، انہوں نے کہا کہ محبوب کا نام لینا اور پھر گن گن کر تو اصل ذکر وہی ہے جو ان گنت ہو مگر ایک معین وقت مقرر کرنے میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ اس وقت انسان اپنے محبوب کیلئے اور کاموں سے بالکل الگ ہو جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ عورتوں کی تربیت کیلئے لیکچر دینے شروع کئے اور کئی دن تک آپؑ لیکچر دیتے رہے، ایک دن آپؑ نے فرمایا کہ ہمیں عورتوں کا امتحان بھی لینا چاہئے تا معلوم ہو کہ وہ ہماری باتوں کو کہاں تک سمجھتی ہیں، قادیان سے باہر سے ایک خاتون آئی ہوئی تھی، اس کو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا بتاؤ مجھے آٹھ دن لیکچر دیتے ہو گئے ہیں، میں نے ان لیکچروں میں کیا بیان کیا ہے، وہ کہنے لگی یہی خدا اور رسول کی باتیں آپؑ نے بیان کی ہیں، آپؑ کو اس جواب سے اس قدر صدمہ ہوا کہ آپؑ نے لیکچروں کے اس سلسلے کو بند کر دیا اور فرمایا ہماری عورتوں میں ابھی اس قسم کی غفلت پائی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے اور اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے۔ یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ اور تثلیث اور ابنیّت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افترا جو ان پر کیا گیا ہے وہ یہی ہے۔ یہ مکاشفہ کی شہادت بے دلیل نہیں ہے بلکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی طالب حق نیّت کی صفائی سے ایک مدت تک میرے پاس رہے اور وہ حضرت مسیح کو کشفی حالت میں دیکھنا چاہے تو میری توجہ اور دعا کی برکت سے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے ان سے باتیں بھی کر سکتا ہے اور ان کی نسبت ان سے گواہی بھی لے سکتا ہے کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ انگلستان وہند کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لائق ہے۔“

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن، جلد 12 صفحہ 273)

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی یک رنگی

امتہ الباری ناصر

اللہ تبارک تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ --(اٰل عمران:32)

تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کا حقیقی حق ادا کرنے والے، ہمہ وقت آپؐ پر درود و سلام بھیجنے والے، آپؐ کے دین کی اشاعت کو مقصد حیات بنانے والے فنافی اللہ اور فنافی الرسولؐ بزرگ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کا قلب صافی اپنے محبوب کا آئینہ بن گیا۔ ایک ہی سرچشمۂ نور سے فیض یابی نے انہیں یک رنگ بنا دیا۔ سراج منیر کی روشنی کا دلفریب عکس اس چودھویں کے چاند کی ہر ادا میں جھلکتا ہے۔ دونوں میں دوئی نہ رہی۔ غلام احمدؑ نے احمد ﷺ کی غلامی میں عہد حاضر میں محمدی نور کے جلوے دکھائے۔ حتّٰی کہ فرشتوں نے بھی گواہی دی

هَذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُولَ الله

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598)

یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت کرتا ہے

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعے سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسی کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں'۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 116)

يا حِبِّ اِنَّكَ قَد دَخَلتَ مَحَبَّةً
فِي مُهجَتِي و مَدارِكِي و جَنَانِي
جِسمِي يَطِيرُ اِلَيكَ مِن شَوقٍ عَلَا
يا لَيتَ كانَت قُوَّةُ الطَّيرانِ

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 ص 594)

اے مرے محبوب تیری محبت میری جان اور میرے حواس اور میرے دل میں سرایت کر چکی ہے۔(اے مرے معشوق) تیرا عشق میرے جسم پر (کچھ) اس طرح غلبہ پا چکا ہے (کہ وفور جذبات کی وجہ سے) وہ تیری طرف اڑا جاتا ہے کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی (اور میں اڑ کر تیرے پاس پہنچ جاتا)

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی یک رنگی کا موضوع آپؐ کی مبارک حیات کے ہر لمحے پر محیط ہے۔ اس مضمون میں ایک چھوٹی سی جھلک پیش ہے۔

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

اپنا کام خود کرنا

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک منزل پر پہنچ کر ڈیرے لگائے گئے اور صحابہؓ میدان میں پھیل گئے تاکہ خیمے لگائیں اور دوسرے کام جو کیمپ لگانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں وہ بجالائیں۔ انہوں نے سب کام آپس میں تقسیم کر لئے اور رسول اللہ ﷺ کے ذمے کوئی کام نہ لگایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے میرے ذمے کوئی کام نہیں لگایا میں لکڑیاں چنوں گا تاکہ اس سے کھانا پکایا جا سکے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم جو کام کرنے والے موجود ہیں آپؐ کو کیا ضرورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں میرا بھی فرض ہے کہ میں کام میں حصہ لوں۔ چنانچہ آپؐ نے جنگل سے لکڑیاں جمع کیں تاکہ صحابہؓ اس سے کھانا پکا سکیں۔(زرقانی)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ ﷺ گھر پر ہوتے گھر والوں کی مدد اور خدمت میں مصروف رہتے یہاں تک کہ آپؐ کو نماز کا بلاوا آجاتا اور آپؐ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔(بخاری کتاب الاذان)

حضرت مسیح موعودؑ اپنا کام خود کرتے تھے۔ اور ایسا کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

حضرت منشی ظفر علیؓ روایت فرماتے ہیں 'ایک دفعہ حضور دہلی سے واپسی پر امرتسر اترے۔ حضرت اماں جانؓ بھی ساتھ تھیں حضور نے ایک صاحبزادے کو جو غالباً حضرت میاں بشیر احمد تھے گود میں لیا اور ایک وزنی بیگ

دوسری بغل میں لیا میں نے عرض کیا حضور یہ بیگ مجھے دے دیں فرمایا نہیں ایک دو دفعہ میرے کہنے پر حضور نے یہی فرمایا ہم چل پڑے اتنے میں دو تین نوجوان انگریز جو اسٹیشن پر تھے انہوں نے مجھے کہا کہ حضور سے کہوں کہ ذرا ٹھہر جائیں چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ چاہتے ہیں کہ حضور ذرا کھڑے ہو جائیں حضور کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اسی حالت میں حضور کا فوٹو لے لیا۔(روایاتِ ظفر صفحہ 46)

عاجزانہ راہیں

آنحضرت ﷺ اپنی ذات کے لئے احترام میں کسی قسم کا تکلف پسند نہ فرماتے۔اول آپؐ کو ہر قسم کی مشرکانہ رسوم کا قلع قمع کرنا تھا دوسرے آپؐ کے مزاج میں عاجزی اور انکساری تھی۔ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ کے رعب کی وجہ سے کانپ رہا تھا آپؐ نے فرمایا

'مجھ سے مت ڈرو میں تو ایک قریش عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔(شفا عیاض باب تواضعہ)

"شرک کی گرفتار قومیں نئی نئی توحید میں داخل ہوئیں ایک نے آکر کہا شاہان فارس اور روم کو ان کی رعایا سجدہ کرتی ہے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں آپؐ نے فرمایا: 'سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرو کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرو.'"

(فصل الخطاب جلد اول الشرکۃ الاسلامیہ ۱۹۶۳ صفحہ 20)

آپؐ نے کبھی بھی اپنے لئے کوئی امتیازی نشان' وضع قطع 'لباس اور نشست پسند نہیں فرمائی حتّٰی کہ کسی محفل میں داخل ہونے پر احتراماً کھڑے ہونے سے بھی منع فرمایا۔

'میرے لئے اس طرح نہ کھڑے ہوا کرو جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں'(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذالک)

آپؐ نے فرمایا یہ تو ایرانیوں کا رواج ہے میں بادشاہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے(تفسیر کبیر جلد20 ص348)

فتح مکہ کے دن مکہ کی بستی نعرہ ہائے تکبیر سے گونجتی رہی کبھی فاتح مکہ محمد ﷺ کا نعرہ نہیں لگا آپؐ کا حال یہ تھا کہ خدا کے حضور حمد و شکر میں جھکتے جھکتے سر اونٹنی کے کجاوے سے لگ رہا تھا(سیرت ابن ہشام)

فتح مکہ کے دن شام کو آپؐ حضرت ام ہانیؓ بنتِ ابی طالب کے ہاں تشریف لائے بھوک محسوس ہوئی تو آپؐ نے ان سے پوچھا کھانے کو کچھ ہے جواب ملا گوشت کا ایک ٹکڑا ہے آپؐ نے فرمایا وہی لے آؤ آپؐ نے اس ٹکڑے کو توڑ کر پانی میں ڈالا اس پر نمک ڈالا اور سرکہ چھڑک کر بطور سالن استعمال فرمایا۔(ترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی الخل)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اسی حصن حصین کا عکس حسین تھے اپنی ذات نام نمود شہرت عزت ہر دنیاوی وجاہت سے بے نیاز درِ مولیٰ کی گدائی میں مگن رہتے اللہ تعالی نے سند عصا فرمائی 'تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں'(تذکرہ صفحہ 595)

ایک صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حضرت شیخ صاحب دین کا بیان فرمودہ واقعہ درج ہے۔

غالباً 1904ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لاہور کی جماعت کو اطلاع ملی کہ حضور فلاں گاڑی پر لاہور پہنچ رہے ہیں ہم لوگ حضور کی پیشوائی کے لئے ریلوے سٹیشن پر گئے ان دنوں دو گھوڑا فٹن گاڑی کا بڑا رواج تھا ہم نے فٹن تیار کھڑی کر دی جب حضور سوار ہوئے تو ہم نوجوانوں نے جیسا کہ عام رواج تھا گاڑی کے گھوڑے کھلوائے اور گاڑی کو خود کھینچنا چاہا۔حضورؑ نے ہمارے اس فعل کو دیکھ کر فرمایا:

ہم انسانوں کو ترقی دے کر مدارج کے انسان بنانے آتے ہیں نہ کہ برعکس اس کے انسانوں کو گرا کر حیوان بناتے ہیں۔کہ وہ گاڑی کھینچنے کا کام دیں۔مفہوم یہی ہے شاید الفاظ کم و بیش ہوں۔(الفضل 8مئی 1938)

عمر رسیدہ کی دلداری

آنحضورؐ ایک دن عدی بن حاتم کے ساتھ اپنے گھر کی طرف تشریف لا رہے تھے۔راستے میں ایک بڑھیا نے جس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا آپؐ کو روکا اور اپنی حاجات بیان کرنے لگی۔وہ دیر تک اپنی حاجات بیان کرتی رہی آپؐ اطمینان سے اس کی بات سنتے رہے اور اس وقت تک ٹھہرے رہے جب تک خود اس نے اپنی بات ختم نہ کر لی۔عدی جو ابھی اسلام نہ لائے تھے اس پر بہت متاثر ہوئے۔(زرقانی سریہ علی بن ابی طالبؓ الی صنم طئی)

حضرت مسیح موعودؑ بیان فرماتے ہیں

ایک دفعہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ذرا آگے تھا میں پیچھے۔راستے میں ایک بڑھیا کوئی ستّر یا پچھتر کی ضعیفہ ملی اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔میرے

دل پر چوٹ سی لگی اس نے وہ خط مجھے دے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیوں کہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔(ملفوظات جلد4ص83)

رحم کی وسعتیں

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر جا رہے تھے کہ ہم نے ایک فاختہ کے دو بچے دیکھے۔ بچے ابھی چھوٹے تھے ہم نے وہ بچے پکڑ لئے جب فاختہ واپس آئی تو چاروں طرف گھبرا کر اڑنے لگی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ ہماری مجلس میں تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا 'اس جانور کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف دی؟ فوراً اس کے بچوں کو چھوڑ دو تا کہ اس کی دل جوئی ہو جائے۔(ابو داؤد کتاب الادب باب فی قتل الذر)

عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں ایک دفعہ ہم نے چیونٹیوں کا ایک غار دیکھا اور ہم نے پھونس ڈال کر اسے جلا دیا اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا 'تم نے ایسا کیوں کیا؟ مخلوقات کو عذاب دینا مناسب نہیں تھا'۔(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی کراہیۃ حرق العدو)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے آقا و مطاع کی کامل تصویر تھے ایک واقعہ دیکھئے۔

میاں (حضرت میاں بشیر الدین محمود احمد) گھر کے دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز پر باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا فرمایا: میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔(سیرت مسیح موعود از یعقوب علی عرفانی)

بکریاں چرانا

آنحضرت ﷺ ابو طالب کے ساتھ رہتے تھے۔ اس زمانے میں عام طور پر بچوں کو بکریاں چرانے کے کام پر لگا دیا جاتا اس لئے آپؐ نے بھی کبھی کبھی یہ کام کیا اور بکریاں چرائیں۔ زمانۂ نبوت میں آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بکریاں چَرانا انبیاء کی سنت ہے۔ اور میں نے بھی بکریاں چَرائی ہیں چنانچہ ایک موقع پر آپ کے اصحاب جنگل میں پیلو جمع کر کے کھانے لگے تو آپؐ نے فرمایا: کالے کالے پیلو تلاش کر کے کھاؤ کیونکہ جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا اس وقت کا میرا تجربہ ہے کہ کالے رنگ کے پیلو زیادہ عمدہ ہوتے ہیں۔(بخاری کتاب بدء الخلق)

'حضرت اقدس علیہ السلام اپنے عہد طفولیت کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ بچپن میں گاؤں سے باہر ایک کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی جو گھر سے لانی تھی اس وقت آپ کے پاس ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا آپ نے اس شخص سے کہا مجھے یہ چیز لا دو۔ اس نے کہا میاں میری بکریاں کون دیکھے گا؟ آپ نے کہا تم جاؤ میں ان کی حفاظت کروں گا اور چراؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی بکریوں کی نگرانی کی اور اس طرح خدا نے آپ سے نبیوں کی سنت پوری کرا دی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص250)

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اعلانات

براہِ کرم اپنے مضامین ٹائپ فرما کر بذریعہ ای میل بھیجیں۔ مضمون پر نام کے ساتھ شہر اور ریاست کا نام بھی لکھیں۔ ای میل میں اپنا فون نمبر درج فرمائیں تا کہ ضرورت پڑنے پر آپ سے رابطہ کیا جا سکے۔ آپ اپنے مضمون کے ساتھ اپنا مختصر تعارف اور مضمون سے متعلقہ تصویریں بھی بھیج سکتے ہیں۔ سب قارئین عربی اور فارسی کے ماہر نہیں، اس لئے عربی اور فارسی کے اقتباسات پر اِعراب لگائیں تا کہ سب آسانی سے پڑھ سکیں اور ضرورت پڑنے پر درستگی سے پڑھ کر سنا سکیں۔ اقتباسات کا حوالہ ایسے طریق پر دیں کہ قارئین آسانی سے ڈھونڈ سکیں۔ اصلاح یا مناسب کانٹ چھانٹ مدیران کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر آپ چھپنے سے پہلے اپنا مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے مطلع فرمائیں۔

حضرت محمد عبد الحق

احتشام الحق محمود کوثر مبلغ سلسلہ

تفصیل پیدائش:

حضرت عبد الحق صاحبؓ کی پیدائش 1862 میں ہوئی۔ ان کے والدین مارکس سیورایت (Marcus Sievwright) اور جوسفین لاحو (Josephine Lahou) تھے۔ وہ فتزرائے وکٹوریا (Fitzroy, Victoria) میں پیدا ہوئے۔[1]

حکومت کی نمائندگی میں ہندوستان جانے کا مقصد:

فرماتے ہیں میں ہندوستان 1903 میں بحیثیت Accredited Representative or Commissioner of the British and Indian Empire League of Australia گیا تا کہ میں ایک پٹیشن (Petition) ہندوستان کی نیشنل کانگرس کے سالانہ جلسہ میں پیش کروں جو کہ مدراس میں اسی سال کے دسمبر میں منعقد کیا جا رہا تھا۔ میرا یہ بھی ارادہ تھا کہ میں اپنی Muhammadan Education (یعنی اسلامی علوم) کو مدراس کے راستے میں جو مختلف ممالک ہیں ان کے ذریعہ مکمل کر سکوں۔[2]

ملفوظات میں ان کا تعارف یہ بیان ہوا ہے:

"یہ ایک صاحب ہیں جو کہ آسٹریلیا سے آئے ہیں۔ 7 سال سے مشرف بہ اسلام ہیں۔ اخبارات میں بھی آپ کا چرچا رہا ہے۔ آسٹریلیا سے یہ لنڈن گئے اور وہاں سفیر روم سے انہوں نے ارادہ ظاہر کیا کہ اسلامی علوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ سفیر روم نے ان کو کہا کہ تم قاہرہ (دارالسلطنت) مصر میں جاؤ مگر تاہم مشورہ کے طور پر لارڈ ستینلے نے ان کو مشورہ دیا کہ تمہارا یہ مدعا ممبئی میں حاصل ہو گا۔ یہ وہاں پھرتے ہوئے کلکتہ آئے۔ راستے میں ایک رویا دیکھی اور اس جگہ سے لاہور آئے جہاں کہ انہوں نے حضور کا تذکرہ سنا"۔[3]

حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات

میرا جو اس اچھے انسان کے بارہ میں تعصب تھا جب کہ مجھے میرے مشرقی سفروں میں ان کے متعلق غلط معلومات دی گئی تھیں وہ سب قادیان میں آ کر رَدّ ہو گئیں۔۔۔ یہ 1903 کی ملاقات قادیان میں (حضرت) غلام احمد (صاحبؑ) کے ساتھ اسلام کی سچائی کا ایک عظیم الشان ثبوت تھا، وہ الفاظ جو 1300 سال پہلے بولے گئے وہ پورے ہو رہے تھے۔[4]

ان تمام شاندار واقعات میں سے جو میرے سفروں میں رونما ہوئے ان میں میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں تھی کہ میں اس مقدس مقام میں مسیح (الزماںؑ) کے آمنے سامنے کھڑا تھا۔ چنانچہ جب میں ان کے سامنے پیش کیا گیا اور آنکھیں آنکھوں سے ملیں، انہوں نے مجھے عبد الحق پایا اور میں نے ان کو وہ روحانی موعود شخص پایا جو سچے مومنوں کو (بھلائی کی طرف) بلاتا ہے۔[5]

احمدیت میں شامل ہونے کا اعلان

Review of Religions 1906: پھر وہ لکھتے ہیں کہ اس ملاقات کے بعد کچھ مہینے گزرنے کی وجہ سے اور مسیح موعودؑ سے دوری کی وجہ سے ان پر حقیقت کھل گئی اور پھر انہوں نے Review of Religions April 1906 میں یہ لکھا۔

"میں محمد ﷺ کا پیرو اور قادیان کی احمدی جماعت کا ممبر ہوں، یعنی احمدی جماعت سے اس لئے تعلق پیدا کیا ہے کہ یہ مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ محقق اور ترقی یافتہ گروہ ہے اور اسلامی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مسلمان مشنریوں کی ایک چست جماعت ہے"۔[6]

[1] Ancestry.com, Australia Birth Index, 1788-1922, Charles Francis Sievwright [database online] Provo, UT, USA: ancestry.com
[2] Muslim Sunrise 1922 Issue 4 Pages 143-145 (21-23)
[3] Malfoozat Volume 3 Pages 444-451
[4] Muslim Sunrise 1922 Issue 4 Pages 143-145 (21-23)
[5] Muslim Sunrise 1922 Issue 4 Pages 143-145 (21-23)
[6] Review of Religions April 1906 pages 140-154 (20-34)

1922 Muslim Sunrise: یہ بہت دور سے لکھا گیا تھا (New Zealand) میرا ہر لفظ جو میں نے اوپر کے پیراگراف میں لکھا ہے اور اپنے قول میں سچا رہا ہوں جب سے میں نے اپنے آقا کو قادیان میں 19 سال پہلے خدا حافظ کہا(یعنی Good bye)۔[7]

امریکہ میں جماعت سے تعلق

حضرت محمد عبدالحق صاحب نے خود کہا کہ مفتی محمد صادق صاحبؓ کی امریکہ میں آمد کے بعد میں نے اپنا عہد کہ اسلام میں احمدی سلسلہ کے ساتھ تعلق رکھنا مزید پورا کیا اور کافی مہینوں سے اس Dis-united States میں پہلے مبلغ کی نصرت کے لئے بھی چست رہا۔[8]

امریکہ کی گورنمنٹ کی دستاویزوں سے ثابت ہے کہ حضرت عبدالحق صاحبؓ نے امریکہ کی طرف 1906 میں اپنی اہلیہ روسلین (Roseline) کے ساتھ ہجرت کی اور پہلے فریزنو کیلیفورنیا Fresno, California میں رہے[9] اور پھر 1914 سے لاس انجلیز Los Angeles کی طرف ہجرت کر گئے۔ ان کی دو بیٹیاں تھی، پہلی بیٹی کیرول Carroll 1908 میں پیدا ہوئی اور دوسری آئرس Iris 1913 میں پیدا ہوئی۔[10] لاس اینجلیز Los Angeles میں ہی ان کا رابطہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے 1921 میں ہوا اور وہیں سے انہوں نے تبلیغ بھی کی اور مختلف رنگوں میں جماعت کی خدمت کی سعادت بھی پائی۔

1923 میں حضرت محمد عبدالحق صاحبؓ نے رمضان کے مہینے میں لاس اینجلیز ایگزامینر Los Angeles Examiner کے اخبار میں انٹرویو دیا جس میں رمضان کی حقیقت کا ذکر کیا۔ اخبار کے مدیر editor نے حضرت محمد عبدالحق صاحبؓ کو وہاں کا امام (Muslim) Minister کہلایا اور یہ بھی ساتھ لکھا کہ ان کے مطابق اور بھی کئی مسلمان اس شہر میں رہتے ہیں۔[11]

انہی ایام میں حضرت محمد عبدالحق صاحبؓ نے نہ صرف تبلیغ کے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کی خدمت کی بلکہ مالی قربانی اس رنگ میں کی کہ قرآن کریم اور مسلم سنرائز Muslim Sunrise کو خریدتے تھے اور باقی لوگوں کو بھی تلقین کرتے تھے کہ وہ بھی ان کو خریدیں اور ان کو پڑھنا اپنا روز کا معمول بنائیں۔[12]

حضرت مسیح موعودؑ سے محبت کا اظہار

ان کی حضرت مسیح موعودؑ سے محبت بہت جگہوں پر ظاہر ہوتی ہے، ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ مسلم سنرائز (Muslim Sunrise) کے مختلف حصوں sections کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"احمد کی تحریر میں سے ایک صفحہ، صفحہ 6 پر، ہم سب کو اللہ کی طرف لے جانے والی دائمی سیدھی راہ پر گامزن کرتی ہے یا یوں کہو کہ جیسے زندگی کے سمندر یا پھر دریا کو اس کی تمام شاخوں کے باوجود پار کرنے میں ممد ہے"۔[13]

وفات

ان کی وفات لاس اینجلیز Los Angeles میں ہوئی اور وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ ہی دفن ہیں۔ آخر پر ان کی قبر کی تفصیل یہ ہے[14]:

قبرستان: فاریسٹ لان، گلینڈیل، کیلیفورنیا Forest Lawn- Glendale, CA

جگہ: قطعہ اکیشیا لاٹ 179، مقام 4 Section: Acacia, 4

Map: 1 Lot: 179, Space 4

[7] Muslim Sunrise 1922 Issue 4 Pages 143-145 (21-23)
[8] Muslim Sunrise 1922 Issue 4 Pages 143-145 (21-23)
[9] Ancestry.com [online], Year: 1910; Census Place: Township 4, Fresno, California; Roll: T624_76; Page: 4A; Enumeration District: 0051; Image: 541; FHL Number: 1374089
[10] Ancestry.com [online] Year:1930; Census Place: Los Angeles, Los Angeles, California; Roll: 146; Page: 13A; Enumeration District: 353; Image: 310.0.
[11] Muslim Sunrise 1923 issue 2-3 pages 192-193 (12-13) Los Angeles Examiner of 18 April, 1923
[12] Muslim Sunrise 1923 issue 2-3 pages 192 (12)
[13] Muslim Sunrise 1921 Issue 2 page 46
[14] Forest Lawn Online Records – Location of Grave for Sievwright (Forest Lawn – Glendale)

جماعت احمدیہ میں عہدے داروں کا طریق انتخاب اور ذمہ داریاں

امام سید شمشاد احمد ناصر۔ شکاگو امریکہ

دنیا میں کوئی کام بغیر کسی نظام کے درست اور صحیح طور پر نہیں چل سکتا۔ سب سے بڑا نظام تو قدرت کا نظام ہے کہ کس طرح ہر چیز خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اور ایک نظام کے تحت چل رہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰسٓ میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (سورۃ یٰسٓ (36):39 تا 41)

ترجمہ: اور سورج ہمیشہ اپنی مقرر منزل کی طرف رواں دواں ہے یہ کامل غلبہ والے اور صاحب علم کی جاری کردہ تقدیر ہے۔ اور چاند کے لئے بھی ہم نے منازل مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ سورج کی دسترس میں نہیں کہ چاند کو پکڑ سکے اور نہ ہی رات، دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور سب کے سب (اپنے اپنے) مدار پر رواں دواں ہیں۔ (ترجمۃ القرآن، حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

پس خدا تعالیٰ کا سارا نظام، تمام کائنات ایک خاص نظام کے ماتحت چل رہی ہے اور اس وجہ سے کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے یہی چاہا کہ وہ خود بھی ایک نظام کے ماتحت اور تابع رہیں اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیشہ سے رسول اور انبیاء بھیجے۔ جنہوں نے آکر انسانوں کے اندر خدا کی عبادت اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور بھلائی کا سبق دیا تا کہ تمام انسانی روحیں ایک نظام کے ماتحت سارے کام کر سکیں۔

اس ساری تمہید کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ ہم اسی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ اس معاشرہ میں رہنے کے لئے ہمیں بغیر نظام کے کوئی چیز کامیابی کی راہ نہیں دکھا سکتی اور اس کے لئے سب سے اہم اصول، سنہری گر قرآنِ کریم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں سکھائے گئے اور ان اصولوں پر چلنے کی ہدایت کی گئی۔ اسی اصول کے تحت جماعتِ احمدیہ میں بھی تمام احمدیوں کی ساری دنیا میں راہنمائی اور روحانی و اخلاقی اقدار کے لئے ایک نظام حضرت اقدس محمد رسول اللہ کے غلام صادق حضرت احمد علیہ السلام کے ذریعہ چلا، جو کہ خلافت کا بابرکت نظام ہے اور یہ خلافت کی ہی برکت ہے کہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اکناف عالم میں نہ صرف پھیل رہی ہے بلکہ اسے جس جس مشکل کا مقابلہ درپیش ہے وہ بھی اس نظام سے براہِ راست راہنمائی لے کر ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

جماعتِ احمدیہ ہر ملک میں اپنے نظام کو خلافتِ احمدیہ کے منشاء اور ہدایات کے مطابق چلاتی ہے اور راہنمائی حاصل کرتی ہے۔ اور خلیفۃ المسیح انفرادی طور پر بھی مختلف ممالک میں اور اجتماعی طور پر خطباتِ جمعہ اور دیگر خطابات کے ذریعہ جماعت کے روحانی و اخلاقی اور ان کے تعلق باللہ کے معیار کو بڑھانے کے لئے ہدایات جاری کرتے ہیں۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس نظام کو چلانے کے لئے مختلف ممالک میں جو عہدے دار بنائے اور منتخب کئے جاتے ہیں ان کا انتخاب کس طرح اور کس بنیاد پر ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں اسلامی تعلیم یا قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں کیا ہدایات ملتی ہیں:۔

میں اس بات کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی ایک ہدایت سے کرتا ہوں اور پھر آپ کی باقی ہدایات کو اس مضمون کی زینت بناؤں گا۔ آپ نے 5 دسمبر 2003ء کے خطبہ جمعہ میں عہدے داران کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”جماعتِ احمدیہ کا نظام ایک ایسا نظام ہے جو بچپن سے لے کر مرنے تک ہر احمدی کو ایک پیار اور محبت کی لڑی میں پرو کر رکھتا ہے۔“

یہ وہ مقصد ہے نظام جماعت کا، اور یہ وہ قیمتی اور سنہری نصیحت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو چھوٹی عمر سے لے کر بڑی عمر تک بلکہ مرتے دم تک اس لڑی میں جو کہ پیار و محبت کی لڑی ہے پروئے رکھنا ہے۔

اگر اس بات کو سمجھ لیا جائے کہ ہمارے نظام کا مقصد کیا ہے تو سب کام سہل اور آسان ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ

اس مضمون کو جاری رکھتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"حضرت مصلح موعودؓ کی دور رَس نظر نے ذیلی تنظیموں کا قیام کیا تھا اور یہ آپ کا ایک بہت بڑا احسان ہے جماعت پر اور اسی وجہ سے جیسا کہ میں نے کہا، ابتداء ہی سے جماعت کے ہر بچہ کے ذہن میں جماعتی نظام کا ایک تقدس اور احترام پیدا ہو جاتا ہے اور اسی احترام اور تقدس کے تحت وہ پروان چڑھتا ہے۔"

(خطباتِ مسرور جلد اول514-515)

عہدے داران کے انتخاب میں قرآنی اصول

سورۃ النساء کی آیت 59 میں اللہ تعالیٰ نے انتخاب کے لئے جو اصول مقرر فرمایا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ 31دسمبر2004ء(فرمودہ پیرس فرانس)میں فرمایا:

"سب سے پہلے تو ہم قرآن کریم سے راہنمائی لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا فرمایا ہے یا کیا فرماتا ہے کہ اپنے عہدے داروں کا چناؤ کس طرح کرو جو آیت میں نے تلاوت کی ہے۔(سورۃ النساء:59)ترجمہ:یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ بہت سننے والا اور گہری نظر رکھنے والا ہے۔"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ یہاں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پہلی بات تو یہ ہے کہ عہدے دار چننے والوں کو فرمایا کہ عہدے ان کو دو، ان لوگوں کو منتخب کرو جو اس کے اہل ہوں اس قابل ہوں کہ جس کام کے لئے انہیں منتخب کر رہے ہو وہ اس کو کر سکیں، وقت دے سکیں، یہ نہیں کہ چونکہ تمہارے تعلقات ہیں اس لئے ضرور اس عہدے کے لئے اس کو منتخب کرنا ہے یا ضرور اسی کو اس عہدے کے لئے ووٹ دینا ہے، اس میں ایک بہت بڑی ذمہ داری چناؤ کرنے والوں پر، منتخب کرنے والوں پر ڈالی گئی ہے اس لئے جو ووٹ دینے کے جماعتی قواعد کے تحت حقدار ہیں، ہر ممبر تو ووٹ نہیں دیتا، جو بھی ووٹ دینے کا حقدار ہے ان کو ہمیشہ دعا کر کے فیصلہ کرنا چاہئے کہ جو بہتر ہو اس کو ووٹ دے سکے۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"یہاں ضمناً یہ بھی بتادوں کہ بعض دفعہ بعض افراد پر کسی وجہ سے پابندی لگی ہوتی ہے کہ وہ انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتے اس لئے اس بارے میں ضد نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ہمارے نزدیک فلاں شخص ہی اس کام کے لئے موزوں تھا یا موزوں ہے، اس لئے اسی کو ہم نے ووٹ دینا تھا، اور اس کی اجازت دی جائے ورنہ ہم انتخاب میں شامل نہیں ہوتے۔ یہ غلط طریق ہے۔ اطاعت کا تقاضا یہ ہے اور نظام جماعت کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی فیصلہ ہو گیا ہے کہ کسی شخص کو حصہ لینے کی اجازت نہیں ہے تو پھر اس بارے میں اصرار نہیں کرنا چاہئے۔"

اسی خطبہ جمعہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مزید نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"یہ بھی ذہن میں رہے، منتخب کرنے والوں کے اور جو منتخب ہو رہے ہیں ان کے بھی، بعض دفعہ لمبا عرصہ کر کے بعض ذہنوں میں باتیں آ جاتی ہیں کہ کوئی عہدہ جماعت میں کسی کا پیدائشی حق نہیں ہے، کوئی مستقل حق نہیں ہے۔ اس لئے جو خدمت کا موقع ملتا ہے وہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل ہو تو اللہ تعالیٰ خود ہی خدمت کا موقع دے دیتا ہے۔ خود کبھی خواہش نہیں کرنی۔ اس لئے اشارۃً بھی کبھی کسی قسم کا یہ اظہار نہیں ہونا چاہئے کہ مجھے عہدیدار بناؤ۔ نہ کسی کے دوست یا عزیز کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی شخص کے حق میں ہلکا سا بھی اشارۃً یا کنایۃً اظہار کرے کہ اس کو ووٹ دیا جائے۔ اگر نظام جماعت کو پتہ چل جاتا ہے تو پھر جس کے حق میں پہلے پراپیگنڈہ کیا گیا ہے اس کو بھی اور جو پراپیگنڈہ کرنے والا ہے یا جس نے کوئی بات کسی کے لئے کہی ہو انتخابات سے پہلے، اس کو بھی انتخابات میں شامل ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ اس حق سے محروم کیا جا سکتا ہے اور کر بھی دیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ جو جماعت کے انتخاب ہیں ان کو خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے خدمت گزاروں کی ٹیم چننے والا تصور کر کے انتخاب کرنا چاہئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے منتخب عہدیداران کی ذمہ داری بھی لگائی ہے کہ تمہیں جب منتخب کر لیا جائے تو پھر اس کو قومی امانت سمجھو۔ اس امانت کا حق ادا کرو۔ اپنی پوری استعدادوں کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھاؤ۔ اپنے وقت میں سے بھی اس ذمہ داری کے لئے وقت دو۔ جماعتی ترقی کے لئے نئے نئے راستے تلاش کرو۔ اور تمہارے فیصلے انصاف اور عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہونے چاہئیں۔ کبھی تمہاری ذاتی انا، رشتہ داریوں یا دوستیوں کا پاس انصاف سے دور لے جانے والا نہ ہو۔ کبھی کسی عہدیدار کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ فلاں شخص نے مجھے ووٹ نہیں دیا تھا۔ یا فلاں کا نام میرے مقابلے کے لئے پیش ہوا تھا اس لئے مجھے کبھی موقع ملا، کبھی کسی معاملے میں تو اس کو بھی تنگ کروں گا۔ یہ مومنانہ

شان نہیں ہے بلکہ انتہائی گری ہوئی حرکت ہے۔" (خطباتِ مسرور، جلد دوم صفحہ 946)

اسی طرح حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 5 دسمبر 2003ء میں فرمایا تھا: "پھر انتخاب بھی ہوتے ہیں، عہدے بدلتے بھی رہتے ہیں تو ہر ایک کو اپنے ذہن میں یہ سوچ رکھنی چاہئے کہ جب بھی وہ عہدے دار بنیں گے وہ ایک خادم کے طور پر خدمت کرنے کے لئے بنیں گے، بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ عہدے دار بدلے بھی جاتے ہیں، خلیفہ وقت خود بھی اپنی مرضی سے بعض عہدوں کو تبدیل کر دیتے ہیں، تو بہر حال نئے آنے والے شامل ہوتے ہیں اور نئے آنے والوں کی بھی یہی سوچ ہونی چاہئے اور اگر بنیادی ٹریننگ ہو گی تو اس سوچ کے ساتھ جو عہدہ ملے گا تو ان کو کام کرنے کی سہولت بھی رہے گی۔" (خطباتِ مسرور جلد اول صفحہ 523-524)

اس تمام تحریر میں جو حضور نے نصائح دی ہیں ان کا خلاصہ یہ بنا۔

1۔ ووٹ ایک امانت ہے۔ 2۔ ووٹ اس شخص کو دو جو اس کا اہل ہو۔ 3۔ کسی رشتہ داری یا دوستی اور تعلقات کی بنیاد پر ووٹ نہ دیا جائے۔ 4۔ اور ووٹ دینے کے لئے دعا کر کے فیصلہ کرو۔ 5۔ کسی کے حق میں پروپیگنڈا نہ کیا جائے۔ 6۔ عہدہ کسی کا پیدائشی حق نہیں ہے یہ سعادت ہے جسے ملے۔ 7۔ اور خدمت کے جذبہ سے عہدہ پر کام کرنا چاہئے۔

اب اس کے بعد ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ آپ کی اس بارے میں کیا تعلیم ہے:

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے بارے میں اپنے خطبہ جمعہ میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر عہدے کی خواہش کرنا ہے، پہلے بھی میں نے کہا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جو جماعت میں بڑی معیوب سمجھی جاتی ہے اور اس شخص کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے جو اس بارے میں کوشش کرتا ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث میں اس طرح آتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! تو امارت اور حکومت نہ مانگ، اگر تجھے بغیر مانگے یہ عہدہ ملے تو اس ذمہ داری کے بارے میں تیری مدد کی جائے گی، یعنی خواہش نہ ہو اور پھر عہدہ مل جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماتا ہے اور اپنے بندے کی مدد کرتا ہے اور اگر تیرے مانگنے پر تجھے یہ عہدہ دیا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہو گا، ذرا سی بھی غلطی ہو گی تو پکڑ بہت زیادہ ہو گی۔ (بخاری، کتاب الاحکام)۔" (خطباتِ مسرور جلد دوم صفحہ 951)

اس کے علاوہ عہدیداران کے متعلق بعض عمومی باتیں بھی ہیں جن کا مَیں ذکر کر دیتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے جماعت میں عموماً عہدے کی خواہش کا اظہار کوئی نہیں کرتا اور جب عہدہ مل جاتا ہے تو خوف پیدا ہوتا ہے کہ مَیں ادا بھی کر سکتا ہوں یا نہیں۔ لیکن بعض سر پھرے بھی ہوتے ہیں۔ خط لکھ دیتے ہیں کہ ہمارے ضلع میں صحیح کام نہیں ہو رہا۔ لکھنے والا لکھتا ہے گو مَیں جانتا ہوں کہ عہدے کی خواہش کرنا مناسب نہیں لیکن پھر بھی مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے سپرد امارت یا فلاں عہدہ کر دیا جائے تو مَیں چھ مہینے یا سال میں اصلاح کر سکتا ہوں۔ تبدیلیاں پیدا کر دوں گا۔ تو بعض تو ایسے سر پھرے ہوتے ہیں جو کھل کر لکھ دیتے ہیں۔ اور بعض بڑی ہوشیاری سے یہی مدعا بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ تو ان پر مَیں یہ واضح کر دوں کہ ہمارے نظام میں، جماعت احمدیہ کے نظام میں اگر کسی انتخاب کے وقت کسی کا نام پیش ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو ووٹ دینے کا حق بھی نہیں رکھتا۔ اپنے آپ کو ووٹ دینا بھی اس بات کا اظہار ہے کہ مَیں اس عہدے کا حقدار ہوں۔ ایسے لوگوں کو یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہئے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میرے ساتھ میرے دو چچازاد بھائی تھے ان میں سے ایک بولا: یا رسول اللہ! ہم کو ان ملکوں میں سے کسی ملک کا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں امیر مقرر کر دیجئے اور دوسرے نے بھی ایسا ہی کہا تو آپ نے فرمایا۔ "اللہ کی قسم ہم ولایت کی خدمت اس کے سپرد نہیں کرتے جو اس کی درخواست کرے یا اس کی حرص کرے۔" (مسلم کتاب الامارۃ)

حضور نے یہاں پر اس حدیث کا ذکر پھر فرمایا کہ:

" اے عبد الرحمٰن! عہدہ اور حکومت کی درخواست مت کر کیونکہ اگر درخواست سے تجھ کو (عہدہ یا حکومت) ملے تو اس کا بوجھ تجھ پر ہو گا اور اگر بغیر سوال کے ملے تو خدا تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہو گی۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ حوالہ بھی پیش فرمایا:

"بعض لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے عہدے لینے کے لئے مجالس میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ لعنت ہوتے ہیں اپنی قوم کے لئے اور

لعنت ہوتے ہیں اپنے نفس کے لئے۔ وہ وہی ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ (سورۃ الماعون: 5 تا 7) ریا ہی ریا ان میں ہوتی ہے۔ کام کرنے کا شوق ان میں نہیں ہوتا۔"

حضرت مصلح موعودؓ اس ضمن میں مزید فرماتے ہیں:

"کارکنوں کو چاہئے کہ تندہی سے کام کریں۔ یہ خواہش کہ ہمارا نام و نمود ہو ایسا خیال ہے جو خراب کرتا ہے۔ اس خیال کے ماتحت بہت لوگ خراب ہو گئے ہیں، ہوتے ہیں ہوتے رہیں گے۔ تم اللہ سے ڈرو اور اسی سے خوف کرو اور اس بات کو مد نظر رکھو کہ اس کا کام کر کے اس سے انعام کے طالب ہو۔۔۔۔۔۔ اور لوگوں سے مدح اور تعریف نہ چاہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں میں للّٰہیت پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اور مجھ پر بھی رحم کرے۔ آمین" (خطبات مسرور جلد اول صفحہ 528 تا 530)

اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا:

1۔ انسان عہدے کی خواہش نہ کرے۔ 2۔ انتخاب کے وقت اگر کسی کا نام پیش ہوتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو ووٹ بھی نہیں دے سکتا۔ 3۔ عہدے کی خواہش اور نام و نمود کی خواہش، ریاکاری کے زمرے میں آجاتی ہے۔ ایسے لوگوں کی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں ہوتی اور ان کاموں میں برکت نہیں پڑتی۔

ان تمام امور کی روشنی میں جماعت احمدیہ میں عہدیداران کو منتخب کرنے کیلئے چند عمومی قواعد ذیل میں درج ہیں۔ مقامی اور ملکی سطح پر انتخابات کے تفصیلی قواعد جاننے کیلئے ملاحظہ ہوں قواعد نمبر 215 تا 290 (قواعد وضوابط تحریک جدید انجمن احمدیہ، ایڈیشن 2008):

عمومی قواعد

قاعدہ نمبر 221:

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ تمام عہدیداران:

(الف) داڑھی رکھتے ہوں۔ استثنائی صورت میں (داڑھی نہ رکھنے والے کا بھی انتخاب ہو سکتا ہے لیکن) اس کی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح سے لینا ضروری ہو گا۔

(ب) معروف طور پر متقی ہوں۔

قاعدہ نمبر 222:

(الف) درج ذیل افراد کسی بھی جماعتی انتخاب میں ووٹ دینے کے اہل نہ ہوں گے۔

۔ ایسا شخص جو لازمی چندہ جات کا نادہندہ ہو۔

۔ ایسا شخص جس کی عمر 18 سال سے کم ہو۔

۔ ایسے افراد جن کے خلاف نظام جماعت نے تعزیری کارروائی کی ہو۔

نوٹ: ایسے زیر تعزیر افراد کو حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے معاف کیے جانے کے بعد تین سال کا عرصہ گزرنے پر دوبارہ الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت ہو گی۔

۔ ایسے عہدیداران جنہیں نظام جماعت نے بوجوہ معطل کر دیا ہو (معطلی کے عرصہ کے دوران)۔

(ب) ایسے بقایاداران / نادھندگان، جو انتخاب کی تاریخ کے اعلان کے بعد اپنا چندہ ادا کریں وہ اس انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتے۔ محض انتخاب میں حصہ لینے کی خاطر چندے کی ادائیگی کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے۔

(ج) ایک نومبائع اپنی بیعت کے ایک سال کے بعد انتخاب میں حصہ لینے کا حق دار ہو گا۔ بشرطیکہ وہ قواعد وضوابط میں دی گئی تمام دوسری شرائط پوری کرتا ہو۔

نوٹ نمبر 1: چندہ ادا کرنے والے ممبر سے مراد ایسا شخص ہے جو چھ ماہ یا اس سے زائد کے لازمی چندہ جات کا بقایادار نہ ہو، اس شرط سے وہ افراد مستثنیٰ ہیں جنہوں نے مرکز سے بقایا جات کی بالاقساط ادائیگی یا رعایتی شرح سے چندہ کی ادائیگی کی اجازت حاصل کی ہو۔ تاہم ایسے تمام افراد کسی جماعتی عہدہ یا مجلس انتخاب کے ممبر کی حیثیت سے منتخب نہیں کئے جاسکتے سوائے اس کے کہ مرکز کی طرف سے قبل از وقت ان کے انتخاب کی اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

نوٹ نمبر 2: ایسا شخص جو اپنی متعلقہ ذیلی تنظیم (مجلس انصار اللہ / مجلس خدام الاحمدیہ) کے چندہ مجلس کا چھ ماہ سے زیادہ کا بقایادار اور چندہ سالانہ اجتماع کا ایک سال سے زائد عرصہ کا بقایادار ہو وہ کسی بھی جماعتی عہدہ کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا۔

ان معروف قواعد کی تھوڑی سی مزید تشریح کی جاتی ہے کہ جن عہدے داروں کا انتخاب کیا جائے وہ شعار اسلامی پر پابند ہوں۔ جن میں ایک اہم چیز داڑھی کا رکھنا ہے داڑھی رکھنا سنت نبوی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اور آپ کے خلفاء نے وقتاً فوقتاً اس کی طرف توجہ بھی دلائی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے ایک عرب نے داڑھی کی نسبت دریافت کیا تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

"یہ انسان کے دل کا خیال ہے بعض انگریز تو داڑھی اور مونچھ سب کچھ منڈوا دیتے ہیں وہ اسے خوبصورتی خیال کرتے ہیں اور ہمیں اس سے ایسی کراہت آتی ہے کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا داڑھی کا جو طریق انبیاء اور راستبازوں نے اختیار کیا وہ بہت پسندیدہ ہے البتہ اگر بہت لمبی ہو جاوے تو کٹوا دینی چاہئے ایک مشت رہے۔ خدا نے یہ ایک امتیاز مرد اور عورت کے درمیان رکھ دیا ہے۔" (ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 388 لنڈن ایڈیشن 20 نومبر 1984ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 14 فروری 1945ء میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اصل بات یہ ہے کہ گو داڑھی کو مذہب میں کوئی بڑا دخل نہیں لیکن اغیار تمہاری داڑھیوں کو، سر کے بالوں کو اور تمہارے کپڑوں کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ تم اپنے مذہب کے لئے کتنی غیرت رکھتے ہو اور تم اسلامی شعار کو قائم کرنے کی کس قدر کوشش کرتے ہو، فرماتے ہیں:

جب تم داڑھی منڈواتے ہو یا چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھتے ہو تم اپنے منہ سے اقرار کرتے ہو کہ اسلام کے احکام پر عمل نہیں ہو سکتا پھر تم یہ بتاؤ تم دوسروں پر کیا اثر ڈال سکتے ہو۔

آپ نے اس خطبہ میں فرمایا کہ داڑھی رکھنے میں بھی کئی حکمتیں اور مصالح ہیں، یہ جسمانی صحت کے لئے مفید ہے اور جماعتی تنظیم کے لئے بھی بہت فائدہ مند ہے۔" (مشعل راہ جلد اول صفحہ 401-402)

خطبہ جمعہ 18 اپریل میں آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اسی طرح داڑھی رکھنے کا مسئلہ ہے آپ نے فرمایا (یعنی حضرت مسیح موعودؑ نے) کہ ہم تو نصیحت کر دیتے ہیں جسے ہمارے ساتھ محبت ہو گی وہ خود رکھے گا، ہماری داڑھی ہے اور جو ہمارے ساتھ محبت کرے گا، وہ خود رکھ لے گا، تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہمیں داڑھی رکھنے پر کوئی زور نہیں دینا چاہئے۔ پس عہدے داروں کا داڑھی رکھنا اس بات کی نشاندہی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور ہم نے اس پر پابند ہونا ہے۔" (مشعل راہ جلد اول صفحہ 38)

متعلقہ قواعد میں ایک بات یہ ہے کہ ایسا شخص جس کو کسی عہدہ کے لئے چنا جائے وہ متقی ہو۔ تقویٰ کا پیمانہ ناپنے کا آلہ تو اللہ کے پاس ہے، کوئی انسان کسی کے تقویٰ کو ناپ تول نہیں سکتا، جو ظاہری حالات ہوں اس سے انسان پتہ لگا سکتا ہے کہ کسی کے اخلاق کیسے ہیں اس لئے درج ذیل باتوں کی طرف توجہ ہونی چاہئے کہ ایسا شخص متکبر نہ ہو۔ خود غرض نہ ہو۔ غیبت کرنے والا نہ ہو، باتوں کو غیر ضروری طور پر ادھر ادھر پھیلانے والا نہ ہو، جس سے بدامنی ہوتی ہو یا لوگوں کے اندر بے چینی پیدا کرنے والی ہوں۔ اس کے اندر پیار، نرمی، اخوت، محبت اور جماعت کے افراد کے لئے ہمدردی پائی جاتی ہو۔ اور وہ صبر و تحمل رکھنے والا ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کا تو مشن ہی تقویٰ پیدا کرنا تھا آپ نے جماعت کو بار بار تقویٰ کی راہ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور بعض اوقات اس پر بے چینی کا اظہار بھی فرمایا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں کسی پر ظلم نہ کرو۔ نہ تیزی کرو نہ کسی کو حقارت سے دیکھو جماعت میں اگر ایک آدمی گندہ ہوتا ہے تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے اگر حرارت کی طرف تمہاری طبیعت کا میلان ہو تو پھر اپنے دل کو ٹٹولو کہ یہ حرارت کس چشمہ سے نکلی ہے یہ مقام بہت نازک ہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 9)

پھر فرمایا: "اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے ڈرے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں سے مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات مسکینی سے سنے۔ اس کی دل جوئی کرے اس کی بات کی عزت کرے کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔"

فرمایا: "خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہئے جس سے ہماری فلاح ہو، اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 36-37 لنڈن ایڈیشن)

اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔۔۔ ہماری جماعت کو خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ کی بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔" (صفحہ 10)

عہدے داران کا تعلق چونکہ لوگوں سے ہوتا ہے ان کا دن رات کا واسطہ ان سے پڑتا ہے اس لئے یہ اقتباسات چنے گئے ہیں۔ ورنہ تقویٰ کے بارے میں حضرت اقدسؑ کی کتب بھری پڑی ہیں جن سے تقویٰ کی اہمیت اور برکات معلوم ہو سکتی ہیں۔

قواعد و ضوابط میں ایک اور بات جس کا ذکر ہے اور کبھی کبھی اکّا دکّا اس بات کا اظہار کر دیتے ہیں کہ چندوں پر کیوں زور دیا جاتا ہے اور قواعد میں یہ بات کیوں رکھی گئی ہے اس لئے اس موقعہ پر یہ بھی مناسب ہے کہ چندوں کی برکت اور اس کا مقصد بھی بیان کیا جائے اور عہدے داران کو تو ہر لحاظ سے معیاری ہونا چاہئے خواہ اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو خواہ بندوں سے ہو۔

اللہ تعالیٰ قران کریم میں فرماتا ہے: "اور اللہ کے راستے میں (مال و جان) خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں (اپنے آپ کو) ہلاکت میں مت ڈالو۔ (البقرۃ:2:196)

سورۃ آل عمران آیت 93 میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فرمایا کہ:

"تم کامل نیکی کو ہر گز نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے (خدا کے لئے) خرچ نہ کرو اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو اللہ اسے یقیناً خوب جانتا ہے۔"

صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ میں یہ روایت آتی ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی نسبتی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دیا کرے گا اپنے روپیوں کی تھیلی کا منہ (بخل کی راہ سے) بند کر کے نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا۔ جتنی طاقت ہے دل کھول کر خرچ کیا کرو۔" (مالی قربانی ایک تعارف ناشر تحریک جدید انجمن احمدیہ صفحہ 12-13)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے چندوں اور مالی قربانی، اس کی ضروریات اور اہمیت کو بھی متعدد مرتبہ بیان فرمایا۔ اشتہار تبلیغ رسالت میں آپ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا جو اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔" (مالی نظام حصہ دوم نظارت بیت المال صفحہ 3)

پھر فرماتے ہیں: "قوم کو چاہئے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجا لاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں چاہئے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم ﷺ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔" (مالی نظام حصہ اول صفحہ 56)

رویا و الہام

رؤیا دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی ہے وہ کچھ بولتی ہے سب فقرات یاد نہیں رہے مگر آخری فقرہ جو یاد رہا یہ تھا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِيْنَ اگر تم مسلمان ہو۔ اس کے بعد بیداری ہوئی۔ یہ خیال تھا کہ مرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں۔ پھر الہام ہوا: اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰہِ اِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِيْنَ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اگر تم مسلمان ہو۔

فرمایا کہ مرغی کا خطاب اور الہام کا خطاب ہر دو جماعت کی طرف تھے۔ دونوں فقروں میں ہماری جماعت مخاطب ہے۔۔۔۔۔۔

فرمایا: مرغی اپنے عمل سے دکھاتی ہے کہ کس طرح انفاق فی سبیل اللہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ انسان کی خاطر ساری جان قربان کرتی ہے اور انسان کے واسطے ذبح کی جاتی ہے۔ اسی طرح مرغی نہایت محنت اور مشقت کے ساتھ ہر روز انسان کے کھانے کے واسطے انڈا دیتی ہے۔ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 281) (مالی نظام حصہ سوم صفحہ 4)

بہر حال ان اقتباسات سے یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ مالی قربانی سے انسان کو خدا تعالیٰ کا قرب، تزکیہ نفس اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور یہ ہر احمدی کا فرض اولین ہے کہ مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ آخری زمانے میں چونکہ اشاعت اسلام حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہوئی ہے جس کا سورۃ الصف کے آخری رکوع میں ذکر بھی ہے کہ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے گی؟

تم جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔(سورۃ الصف 61:11-13)

تو مالی قربانی تزکیہ نفس کے لئے ہے۔ اس وجہ سے انتخاب قواعد و ضوابط میں یہ بات شامل ہے کہ ایسا شخص جسے لوگوں کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے انہیں ایک رول ماڈل بننا چاہئے اور ان کی مالی قربانیاں بھی معیاری ہونی چاہئیں۔

اب چندہ عام کی شرح 1/16 ہے۔ جماعت کے قواعد کے مطابق ایسا شخص ہی الیکشن میں حصہ لے سکتا ہے اور ووٹ دے سکتا ہے جس کا چندہ معیاری ہو اور باشرح ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ پھر فرماتے ہیں:

"میری ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ جو لوگ مالی قربانی میں خدا تعالیٰ سے صاف معاملہ نہیں رکھتے اور تقویٰ کے ساتھ اپنے مال میں سے اللہ اور اس کے دین کا حصہ الگ نہیں کرتے ان کے دیگر معاملات بھی بگڑ جاتے ہیں، گھروں کا سکون تباہ ہو جاتا ہے، کاروبار میں نقصان اٹھانے لگتے ہیں اولاد کی تربیت میں بگاڑ آ جاتا ہے اور بالعموم انسان کی زندگی سے برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے دعوت الی اللہ کے کام میں بھی کوئی جان اور قوت پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے اس مسئلہ کو معمولی نہ سمجھیں۔ خدا خوفی کے ساتھ، اپنے ہی بھلے کے لئے اس طرف پوری توجہ دیں۔ اور یقین رکھیں کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال بڑھتے ہی ہیں، گھٹتے ہرگز نہیں۔ (مالی نظام حصہ اول صفحہ 96 ناشر صدر انجمن احمدیہ پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع)

پس یہ وہ راز ہیں مالی قربانی کے، عہدے داروں کو اس پر خود عمل کرنا چاہئے تاکہ دوسروں سے عمل کرا سکیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مالی قربانی کو قواعد و ضوابط میں رکھا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد بار تحریک جدید اور وقفِ جدید کے نئے سالوں کے آغاز پر اعلان میں متعدد واقعات ایسے سنائے ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے افراد مالی قربانیوں میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور ان مالی قربانیوں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ انہیں کس طرح روحانی اور تعلق باللہ جیسی کامیابیوں سے نواز رہا ہے۔ الحمد للہ۔ اس لئے یہ مالی قربانی کا مطالبہ بار بار کیا جا رہا ہے کہ خاص طور پر جو لوگ جن کے ذمہ جماعت کی خدمات سپرد ہیں وہ ایک اعلیٰ نمونہ قائم کریں اور دوسروں کے لئے رول ماڈل بنیں۔

عہدے داروں کو نصیحت

عمومی قواعد و ضوابط بیان کرنے کے بعد خاکسار حضور انور کے الفاظ میں خلاصۃً عہدے داروں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ حضور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 5 دسمبر 2003ء میں فرمایا:

"پھر آخر میں خلاصۃً دوبارہ بیان کر دیتا ہوں کہ جو باتیں مَیں نے کہی ہیں عہدیداران کے لئے اور یہ خلفائے سلسلہ کہتے چلے آئے ہیں پہلے بھی لیکن ایک عرصہ گزرنے کے بعد بعض باتیں یاد نہیں رہتیں۔ جو نئے آنے والے عہدیداران ہوتے ہیں جو نہیں سمجھ رہے ہوتے صحیح طرح اس لئے بار بار یاددہانی کروانی پڑتی ہے۔ تو خلاصۃً یہ باتیں ہیں:

(1)۔۔۔ عہدیداران پر خود بھی لازم ہے کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں اور اپنے سے بالا افسر یا عہدیدار کی مکمل اطاعت اور عزت کریں۔ اگر یہ کریں گے تو آپ کے نیچے جو لوگ ہیں، افراد جماعت ہوں یا کارکنان، آپ کی مکمل اطاعت اور عزت کریں گے۔

(2)۔۔۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ لوگوں سے نرمی سے پیش آنا ہے۔ ان کے دل جیتنے ہیں، ان کی خوشی غمی میں ان کے کام آنا ہے۔ اگر آپ یہ فطری تقاضے پورے نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے عہدیدار کے دل میں تکبر پایا جاتا ہے۔

(3)۔۔۔ امراء اور عہدیداران یا مرکزی کارکنان یہ دعا کریں کہ ان کے ماتحت یا جن کا ان کو نگران بنایا گیا ہے، شریف النفس ہوں، جماعت کی اطاعت کی روح ان میں ہو اور نظام جماعت کا احترام ان میں ہو۔

(4)۔۔۔ کبھی کسی فرد جماعت سے کسی معاملہ میں امتیازی سلوک نہ کریں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگ بڑے ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ امراء کے، عہدیداران کے، یا نظام جماعت کے ناک میں دم کیا ہوتا ہے ایسے

لوگوں نے لیکن پھر بھی ان کی بدتمیزیوں کو جس حد تک برداشت کرسکتے ہیں کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر کسی قسم کا شکوہ نہ کریں، بدلہ لینے کا خیال بھی کبھی دل میں نہ آئے۔ ان کے لئے دعا کریں، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔

(5)۔۔۔ پھر یہ کہ نظام جماعت کا استحکام اور حفاظت سب سے مقدم رہنا چاہئے اور اس کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ پھر کبھی اپنے گرد 'جی حضوری' کرنے والے یا خوشامد کرنے والے لوگوں کو اکٹھا نہ ہونے دیں۔ جن عہدیداروں پر ایسے لوگوں کا قبضہ ہو جاتا ہے پھر ایسے عہدیداران سے انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ ایسے عہدیدار پھر ان لوگوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جاتے ہیں۔ تبھی تو آنحضرت ﷺ نے اس دعا کی تلقین فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بُرے مشیر میرے ارد گرد اکٹھے نہ کرے۔

(6)۔۔۔ پھر یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے جیسا کہ مَیں بیان بھی کر چکا ہوں کہ جہاں نظام جماعت کے تقدس پر حرف نہ آتا ہو، عفو اور احسان کا سلوک کریں۔ ان کے لئے مغفرت مانگیں جو ان کی اصلاح کا موجب بنے۔ یہ تو عہدیداران کے لئے ہے لیکن آخر میں مَیں پھر احباب جماعت کے لئے ایک فقرہ کہہ دیتا ہوں کہ آپ پر بھی، جو عہدیدار نہیں ہیں، ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا کام صرف اطاعت، اطاعت اور اطاعت ہے اور ساتھ دعا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 531-532)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت بھی فرمائی کہ:

"جماعت احمدیہ میں عہدیدار اسٹیجوں پر بیٹھنے یا رعونت سے پھرنے کے لئے نہیں بنائے جاتے بلکہ اس تصور سے بنائے جاتے ہیں کہ قوم کے سردار قوم کے خادم ہیں۔۔۔۔ وہ تمام عہدیدار چاہے ذیلی تنظیموں کے عہدیدار ہوں چاہے جماعتی عہدیدار ہوں، خلیفۂ وقت کے نمائندے کے طور پر اپنے اپنے علاقہ میں متعین ہیں اور ان سے یہی امید کی جاتی ہے اور یہی تصور ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کے نمائندے ہیں۔ اگر وہ اپنے علاقہ کے احمدیوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے، ان کی غمی خوشی میں شریک نہیں ہو رہے، ان سے پیار محبت کا سلوک نہیں کر رہے، یا اگر خلیفۂ وقت کی طرف سے کسی معاملہ میں رپورٹ منگوائی جاتی ہے تو بغیر تحقیق کے مکمل طریق کے جواب دے دیتے ہیں یا کسی ذاتی عناد کی وجہ سے، جو خدا نہ کرے ہمارے کسی عہدیدار میں ہو، غلط رپورٹ دے دیتے ہیں تو ایسے تمام عہدیدار گنہگار ہیں۔" (خطبات مسرور جلد اول صفحہ 516-517)

احباب کو نصیحت

حضور نے جہاں عہدے داروں کو نصائح فرمائیں وہاں احباب جماعت کو بھی ان کے عہدے داروں کے تعلق میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اب مَیں افراد جماعت کو بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کا نظام جماعت میں کیا کردار ہونا چاہئے۔ پہلی بات یاد رکھیں کہ جتنے زیادہ افراد جماعت کے معیار اعلیٰ ہوں گے اتنے زیادہ عہدیداران کے معیار بھی اعلیٰ ہوں گے۔ پس ہر کوئی اپنے آپ کو دیکھے اور ان معیاروں کو اونچا کرنے کی کوشش کرے اور اپنے فرائض یعنی ایک فرد جماعت کے عہدیدار کے لئے کہ اطاعت کرنی ہے اس کے بھی اعلیٰ نمونے دکھائیں۔ یہ نمونے جب آپ دکھا رہے ہوں گے تو اپنی نسلوں کو بھی بچا رہے ہوں گے۔ انہی نمونوں کو دیکھتے ہوئے آپ کی اگلی نسل نے بھی چلنا ہے اور انہیں نمونوں پر جو نسلیں قائم ہوں گی وہ آئندہ جب عہدیدار بنیں گی تو وہ وہی نمونے دکھا رہی ہوں گی جو اعلیٰ اخلاق کے نمونے ہوتے ہیں۔۔۔۔ امیر کی اور نظام جماعت کی اطاعت کے بارے میں یہ حکم ہے۔ لوگ تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم خلیفہ کی اطاعت سے باہر نہیں ہیں، مکمل طور پر اطاعت میں ہیں، ہر حکم ماننے کو تیار ہیں۔ لیکن فلاں عہدیدار یا فلاں امیر میں فلاں فلاں نقص ہے اس کی اطاعت ہم نہیں کر سکتے۔ تو خلیفہ وقت کی اطاعت اسی صورت میں ہے جب نظام کے ہر عہدیدار کی اطاعت ہے۔ اور تب ہی اللہ کے رسول کی اور اللہ کی اطاعت ہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 955)

ان گزارشات کو میں حضرت امیر المومنین کے خطبہ جمعہ جو آپ نے دینی امور کے تعلق میں بیان فرمایا تھا پر ختم کرتا ہوں۔ اس خطبہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الفاظ میں نصیحت فرمائی۔

"پھر آپ فرماتے ہیں کہ: "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے۔ اور یقیناً وہ بدبختی

میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 3 صفحہ 48)

مسجد بیت الاحد، ناگویا، جاپان

عطاء المجیب راشد، امام مسجد لندن

(20 نومبر 2015)

ہو مبارک سب کو' آئے نور کے آنے کے دن — مشرق و مغرب میں ہر سُو دیں کے پھیلانے کے دن

تھی تمنا کہ خدا کا گھر بنے جاپان میں — آگئے وقتِ خزاں میں اِس کے بن جانے کے دن

شکرِ مولا مل گئی ناگویا کو بیتُ الاحَد — ہیں یہی واحِد خدا کی حمد کے گانے کے دن

جاگ اٹھا ہے نصیب اِس ملک کا بارِ دِگر — ایک محبوبِ خدا کے اِس جگہ آنے کے دن

چڑھتے سورج کی زمیں پر اِک نیا ہے دن چڑھا — گورائیکو* دیکھ کر آئے ہیں مُسکانے کے دن

اب بدل جائے گی قسمت اِس زمیں کی دیکھنا — مردِ حق کی زاریوں کے پھول پھل لانے کے دن

مالکِ ارض و سما تو کھول دے لوگوں کے دل — کب تلک چلتے رہیں گے حق کو ٹھکرانے کے دن

آئی ہے بادِ صبا مشرق سے یوں مستانہ وار — "اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن"

* گورائیکو جاپانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے: سورج کا طلوع ہونا

اسلام میں بیعت کی اہمیت

مقصود احمد منصور۔ مربی سلسلہ گیانا۔ ساؤتھ امریکہ

بعض دفعہ غیر احمدی نو مسلم سے ملاقات کا موقعہ ملا تو گفتگو کے دوران وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے کب اور کہاں "شہادۃ" لیا ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کی یہ بات سن کر دل میں سوال اٹھتا ہے کہ انہوں نے "شہادۃ" تو کر لیا پر بیعت کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔ جب ان سے پوچھا جائے تو اکثر کو تو اس بات کا علم ہی نہیں اور جب بتایا جائے کہ جماعت احمدیہ میں بیعت کرنا ضروری امر ہے تو بعض اپنے غیر احمدی علماء کے پاس جاتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں۔ چونکہ اکثریت کے نزدیک بیعت کرنے اور کرانے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور ارکان اسلام میں پہلا رکن شہادۃ ہے اس لئے غیر احمدی مسلمانوں کی اکثریت اسی کو کافی سمجھتی ہے اور صرف "شہادۃ" پر ہی زور دیتی ہے۔

بعض غیر احمدی مسلمانوں کے نزدیک یہ ایک قسم کی بدعت ہے یا کم از کم ان کے نزدیک بیعت بالکل غیر ضروری ہے۔ لیکن بعض غیر احمدی علماء اور مشائخ ایسے بھی ہیں جو اپنے ہاتھ پر لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اسلام میں بیعت کے بارے میں کیا ہدایت ہے۔ کیا اس کی کوئی اہمیت ہے؟ اور اگر ہے تو اس کا صحیح طریق کیا ہے۔

اس لحاظ سے جب قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو "بیعت" کا ذکر تین جگہوں پر خصوصاً آتا ہے۔ ایک سورۃ الفتح آیت 11 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (48:11 سورۃ الفتح)

"یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھ پر ہے۔" (ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اسی سورۃ کی آیت نمبر 19 میں ہے کہ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (48:19 سورۃ الفتح)

"یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔" (ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اسی طرح تیسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ۔ (60:13 سورۃ الممتحنۃ)

"اے نبی! جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں (اور) اس (امر) پر تیری بیعت کریں۔۔۔" (ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

لفظ 'بیعت' عربی لفظ ہے جس کا مادہ 'ب۔ی۔ع' ہے۔ مفردات میں لکھا ہے "اَلْبَیْعُ کے معنی بیچنے اور شِرَاءٌ کے معنی خریدنے کے ہیں۔ لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ قیمت اور بیع کے لحاظ سے ہوتا ہے۔" (مفردات القرآن۔ تصنیف حضرت امام راغب اصفہانی)

ان معنوں کے لحاظ سے بھی قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ التوبہ آیت 111 میں ہے

"یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تا کہ اس کے بدلہ میں اُنہیں جنت ملے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اُس کے ذمہ یہ پختہ وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں (بیان) ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ پس تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" (التوبۃ 9:111)

پس ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ بیعت ایک روحانی تجارت ہے اور خدا سے ایک عہد ہے۔ جو آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر مسلمان مومن سے لیتے تھے۔

قرآن کریم کے بعد اب احادیث میں سے دیکھتے ہیں کہ 'بیعت' کے بارے میں کیا آیا ہے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ اَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى اِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

"یحیٰ نے اسماعیل سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے جریر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت نماز سنوار کر پڑھنے اور زکوۃ دینے اور ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر کی۔" (صحیح بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب 42۔ حدیث نمبر 57) ترجمہ: حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ۔ سن اشاعت 2006ء)

ایک اور روایت ہے کہ

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

جب میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو میں نے راستہ میں یہ شعر کہا تھا:

ہائے وہ رات جو کتنی طولانی اور کیسی ایذا رساں تھی، ہاں یہ بات ہے کہ اس نے کفر کے گھر سے نجات دلا دی

کہتے تھے: اور میرا ایک غلام راستے میں مجھ سے بھاگ گیا۔ اسی طرح بیان کرتے تھے کہ جب میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو میں نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔

ابھی میں آپؐ کے پاس ہی تھا کہ وہ غلام بھی آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ابوہریرہؓ! یہ ہے تمہارا غلام۔ میں نے کہا: وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔

چنانچہ میں نے اسے آزاد کر دیا۔" (صحیح بخاری۔ کتاب العتق۔ باب 7۔ حدیث نمبر 2531۔ جلد چہارم۔ صفحہ 562۔ ترجمہ: حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ۔ سن اشاعت 2006ء)

اسی طرح مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے بارے آتا ہے کہ "حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: مہاجر اور انصار مدینہ کے ارد گرد خندق کھودنے لگے وہ اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈھوتے تھے اور (شعر) بھی پڑھتے جاتے تھے:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا
عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدَا

یعنی ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے ہمیشہ اسلام پر قائم رہیں گے۔

اور نبی ﷺ انہیں جواب دیتے اور یہ (شعر) پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

اصل فائدہ تو آخرت کا فائدہ ہی ہے۔ اے اللہ انصار اور مہاجرین ہر دو کو برکت عطا کر۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد و السیر۔ باب نمبر 34۔ حدیث نمبر 2835۔ جلد پنجم۔ صفحہ 203 ترجمہ: حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ۔ سن اشاعت 2006ء)

ان احادیث کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جن سے یہ بڑی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب کسی کو مسلمان بناتے تو بیعت ضرور لیا کرتے تھے۔ اور یہ آپؐ کی ایک پاک سنت تھی۔ ان احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ

ا۔ بیعت صرف آنحضرت ﷺ لیا کرتے تھے۔ جو مسلمانوں کے نبی اور پیشوا تھے۔

۲۔ باقی صحابہ آپ کی طرف سے بیعت نہیں لیتے تھے۔ ہاں ایک صحابی اپنی قوم کی طرف سے بیعت لے سکتا تھا۔ لیکن صرف آپؐ کے ہاتھ پر۔

۳۔ اسی طرح بیعتِ رضوان کے واقعہ سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ بیعت دوبارہ بھی لی جا سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم یکے بعد دیگرے اپنے عہدِ خلافت میں صحابہ کرام سے بیعت لیتے تھے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے ایک لمبی روایت ہے جس میں آپ نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بعض صحابہ کرامؓ گھبرا گئے۔ جن میں حضرت عمرؓ واضح طور پر نظر آتے ہیں مگر اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کو سنبھالا۔ آگے روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کے گھر جمع ہوئے اور انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ ہم میں سے ایک الگ امیر ہو گا اور مہاجرین سے الگ۔ یہ بات سن کر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ انصار کے ہاں گئے۔ حضرت عمرؓ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ان کو چپ کرا دیا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ دراصل میں نے اس موقع کے لئے ایک تقریر سوچی تھی جو میں سمجھتا تھا بہت اچھی ہے اور حضرت ابو بکرؓ ایسی تقریر نہیں کر سکیں گے لیکن حضرت ابو بکرؓ جب بولے تو آپ کی تقریر سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم مہاجرین میں سے امیر منتخب ہونے چاہئیں اور تم انصار میں سے وزیر۔ اس پر حباب بن منذر نے کہا۔ نہیں ہم نہیں مانیں گے۔ ہمار الگ امیر ہو گا اور تمہار االگ۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ امیر ہم قریش میں سے منتخب ہو اور تم وزیر کی حیثیت سے حکومت میں شامل ہو، کیونکہ مہاجرین ہی قریش میں سے ہونے کی وجہ سے سارے عرب میں با اثر اور سیاسی قیادت کے مالک سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم حضرت عمرؓ یا حضرت ابو عبیدہؓ کی بیعت کر لو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا۔ نہیں۔ ہم آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپ ہمارے سردار، ہم میں سے بہتر اور آنحضرت ﷺ کے زیادہ

محبوب تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کی بیعت کی۔ اس پر دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔" (بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب فضل ابی بکرؓ۔ ریاض الصالحین۔ صفحہ 587 تا 588)

اسی طرح باقی خلفاء راشدین کے دور میں بھی ہر خلیفہ راشد نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی مسلمانوں کی بیعت لی۔ بیعت کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ایک بڑا واضح ارشاد بھی ہے۔

"حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ فرمارہے تھے جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا وہ قیامت کے دن اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی۔ اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔" (مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن۔ حدیث نمبر 3427۔ جلد دہم۔ صفحہ 46)

پس ان تمام احادیث اور قرآنی آیات کی روشنی سے پتہ چلتا ہے کہ بیعت لینا جزو اسلام اور ایمان ہے اور یہ ایک بہت ضروری عمل ہے۔ جب تک اسلام اپنی اصل حالت میں رہا اس پر عمل ہوتا رہا۔ خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد ایک بیعت تو وہ تھی جو حکمران خلفاء اپنی رعایا سے لیتے تھے اور روحانی بیعت مجددین میں منتقل ہو گئی۔

جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فیج اعوج کے ظلماتی دور میں ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ یہ مجددین اسلام کے روحانی خلفاء تھے۔ ان روحانی خلفاء میں بھی بیعت لینے کا سلسلہ جاری رہا۔ سب سے آخر پر مجددِ اعظم، امام مہدی اور مسیح موعودؑ کے آنے کی خوشخبری تھی۔ چنانچہ امام مہدی کی بیعت لینے کے بارے میں تو حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔

فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَ لَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان (مہدی) کو دیکھو تو ان سے بیعت کرو اگرچہ تمہیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر جانا پڑے۔ کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفتن۔ الباب خروج المہدی۔ حدیث نمبر 965)

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مجددیت کا دعویٰ کیا تو بعض اصحاب آپ کی بیعت لینا چاہتے تھے مگر آپ خدائی حکم کے بغیر ایسا کام نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو 1888ء کے آغاز میں بیعت لینے کا ارشاد فرمایا۔ یہ خدائی حکم ان الفاظ میں ہوا۔

"اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا۔ اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔" (اشتہار یکم دسمبر 1888ء صفحہ 2)

یعنی جب تو عزم کر لے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے تحت کشتی تیار کر۔ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوگا۔"

"چنانچہ اس کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے 23 مارچ 1889ء کو حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلہ جدید میں بیعت لی اور حضرت منشی عبد اللہ سنوری صاحبؓ کی روایت کے مطابق بیعت کے تاریخی الفاظ کے لئے ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس کا نام "بیعت توبہ برائے تقویٰ و طہارت" رکھا گیا۔" (شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں۔ صفحہ 9)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ ملفوظات میں لکھا ہے کہ "ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ اگر آپ کو ہر طرح سے بزرگ مانا جائے اور آپ کے ساتھ صدق اور اخلاص ہو، مگر آپ کی بیعت میں انسان شامل نہ ہووے، تو اس میں کیا حرج ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: "بیعت کے معنے ہیں اپنے تئیں بیچ دینا اور یہ ایک کیفیت ہے جس کو قلب محسوس کرتا ہے جبکہ انسان اپنے صدق اور اخلاص میں ترقی کرتا کرتا اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے، تو وہ بیعت کے لئے خود بخود مجبور ہو جاتا ہے اور جب تک یہ کیفیت پیدا نہ ہو جائے۔ تو انسان سمجھ لے کہ ابھی اس کے صدق اور اخلاص میں کمی ہے۔" (ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ 506۔ مطبوعہ 2010ء)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا

"بیعت میں جاننا چاہئے کہ کیا فائدہ ہے اور کیوں اس کی ضرورت ہے؟ جب تک کسی شئے کا فائدہ اور قیمت معلوم نہ ہو تو اس کی قدر آنکھوں کے اندر نہیں سماتی۔۔۔ بیعت میں عظیم الشان بات توبہؔ ہے۔ جس کے معنی رجوعؔ کے ہیں۔ تو بہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اُس نے بُو

دوباش مقرر کر لی ہوئی ہے۔ اُس وطن کو چھوڑنا اور رجوعؔ کے معنے پاکیزگی کو اختیار کرنا۔ یہ توبہ کی حقیقت ہے اور یہ بیعت کی جُز کیوں ہے؟ تو بات یہ ہے کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ جب وہ بیعت کرتا ہے اور ایسے کے ہاتھ پر جسے اللہ تعالیٰ نے وہ تبدیلی بخشی ہو، تو جیسے درخت میں پیوند لگانے سے خاصیّت بدل جاتی ہے۔ اسی طرح سے اس پیوند سے بھی اس میں وہ فیوض اور انوار آنے لگتے ہیں۔ (جو اُس تبدیلی یافتہ انسان میں ہوتے ہیں) بشرطیکہ اُس کے ساتھ سچا تعلق ہو۔ خشک شاخ کی طرح نہ ہو۔ اُس کی شاخ ہو کر پیوند ہو جاوے۔ جس قدر یہ نسبت ہو گی اسی قدر فائدہ ہو گا۔"(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ 2 تا 3۔ مطبوعہ 2010ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد، آپؑ کے خلفاء آپ کی نیابت میں بیعت لیتے ہیں۔ جو کہ عین سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء راشدین کی اقتداء میں ہے۔ پس ہم احمدی وہ خوش قسمت جماعت ہے جو اس سنت پر عمل پیرا ہیں۔ احمدی وہ واحد فرقہ ہے جو بحیثیت جماعت ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور اس لحاظ سے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے مشابہ ہیں۔ جس طرح آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا تھا کہ "بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ لیکن ایک فرقے کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کونسا ہے تو حضورؐ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی "وہ فرقہ جو میری اور میرے صحابہؓ کی سنت پر عمل پیرا ہو گا"۔ (ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ہذہ الامۃ۔ ریاض الصالحین۔ صفحہ 855)

پس ہم احمدی آج فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ بیعت کا سلسلہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ میں ہے جو خلافت کی ایک بہت بڑی برکت ہے۔ اور اس لحاظ سے جماعت احمدیہ باقی تمام فرقوں سے ممتاز ہو جاتی ہے اور اپنی صداقت پر مہر ثبت کرتی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

احمدیہ گزٹ کے ذریعے انگریزی سیکھنے کے مواقع

امریکہ میں رہتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس ملک کی زبان سیکھیں تا کہ ضرورت پڑنے پر ہم اپنا مطمعِ نظر بخوبی بیان کر سکیں۔ بعض دفعہ ہم ہسپتال میں ہوتے ہیں یا ایئر پورٹ پر یا کسی اور جگہ اور کوئی اردو بولنے والا قریب نہیں ہوتا اور ہمیں ڈاکٹر کو اپنا مرض بتانے یا کسی اور کو سمجھنے یا سمجھانے اور اپنا مقصد واضح کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

اس سلسلے میں اپنے بھائی بہنوں کی انگریزی سیکھنے میں مدد کرنے کے لئے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ النور اور گزٹ دونوں میں قرآن، حدیث اور ملفوظات کے مضامین ایک ہی ہوں۔ اسی طرح خطبے بھی ایک ہی عرصے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اگر آپ خود انگریزی نہیں پڑھ سکتے تو اپنے بچوں یا دوستوں سے پڑھوائیں اور اردو اور انگریزی کے موازنہ سے انگریزی سیکھنے کی کوشش کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔۔۔ ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہو گی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحمہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔"(الفضل 15 نومبر 1946 صفحہ 6)

اُذکُروا مَحاسِنَ مَوتاکُم

میرے آباؤاجداد اور ان کا قبول احمدیت

(از منظور النساء-سابق پروفیسر جامعہ نصرت ربوہ)

اُوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اپنے وفات یافتہ بزرگوں کی اچھی اچھی باتوں اور اعلیٰ اخلاق کو بیان کرو- نیز خلیفۃ المسیح الرابعؒ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ اپنے بزرگوں کے حالات لکھو، خاص کر اُن بزرگوں کے حالات جن کی نیک فطرت و سعید روح اُن کو خدا تعالیٰ کے امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی خدمت میں لے آئی اور انہوں نے آپؑ کو مانا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی جماعت میں شامل ہو کر صحابہ کا درجہ پایا- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا ع

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو مانیں گے اللہ تعالیٰ اُن کو صحابہ کا درجہ دے گا اور اُن میں وہ تمام خوبیاں پیدا ہو جائیں گی جو کہ صحابہ کرام میں تھیں-وہ اُن ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی جان، مال اور اولاد کی قربانیاں کریں گے- اور سچا اسلام دنیا میں پھیلانے کے لئے اپنے تن مَن دھن کی بازی لگا دیں گے اور ایسا ہی ہوا- آج احمدیت دنیا کے 120 ممالک میں پھیل چکی ہے اور پیاسی روحیں جوق در جوق احمدیت کی آغوش میں آچکی ہیں- الحمدللہ- میں خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے بزرگوں کا ذکرِ خیر کرتی ہوں-

میرے آباؤاجداد اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں ہندوستان تشریف لائے اور ملسیاں، ضلع جالندھر میں آکر آباد ہوئے- اُن کا تعلق قریشی فاروقی خاندان سے تھا- میرے داداجان ایک اچھے پڑھے لکھے ہونے کے ناتے وہاں ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر رہے-

ہمارا شجرہ نسب گھر کی ایک دیوار پر آویزاں تھا- سکھوں کے اچانک حملہ کے نتیجہ میں اپنے تن کے کپڑوں میں گھر سے نکلے اور کچھ بھی ساتھ نہ لے جا سکے -ہمارے داداجان کا گھر ملسیاں، ضلع جالندھر میں تعلیم کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا- صوم و صلوٰۃ کے پابند اور شریعت پر عمل پیرا تھے- اپنے بچوں کو بھی اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور نماز روزہ کا بھی پابند بنایا- اُن کی ایک بیٹی اور تین بیٹے تھے- سب سے بڑے محمد حسن تھے جو فیروز پور میں محکمہ انہار میں انجینئر تھے- دوسرے بیٹے محمد علی اظہر رضی اللہ عنہ تھے جو تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان میں استاد تھے- تیسرے بیٹے محمد اسمٰعیل معترؓ (رفیق حضرت مسیح موعودؑ) سب سے چھوٹے تھے- یہی میرے والدِ محترم تھے- ابّاجان ابھی چھوٹے ہی تھے جب میری دادی جان کا انتقال ہو گیا- داداجان نے دوسری شادی تو نہ کی مگر سب بچوں کو خود ہی توجہ سے پالا اور تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا- میری ایک ہی پھوپھی تھیں جو لاہور بیاہی گئیں مگر شادی کے بعد جلد ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں-

میرے ابّاجان محمد اسمٰعیل معترؓ (رفیق حضرت مسیح موعودؑ) نے ذکر کیا تھا کہ حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ میرے دادا غلام قادر رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے مگر ہم نے یہ نہ پوچھا کہ وہ کیسے داداجان کے شاگرد تھے اور کہاں کے رہنے والے تھے- ابّاجان کی وفات کے بعد مجھے خیال آیا کہ معلوم نہیں وہ کس طرح داداجان کے شاگرد تھے-

ایک دن میں کتابوں اور رسالوں کو دیکھ رہی تھی کہ ایک رسالہ تشحیذ الاذہان میرے ہاتھ لگا جو میں نے پہلے نہ پڑھا تھا- اُس میں ایک مضمون 'روشنی کے مینار' کے نام سے تھا جس میں ایک نام حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ کا بھی تھا- صاحبِ مضمون اُن کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے:

"آپ (یعنی حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ) جالندھر کے ایک غیر معروف گاؤں جاڑلہ میں 29 نومبر 1875 میں پیدا ہوئے- آپ بچپن سے ہی دعا پر یقین رکھتے تھے اور فرماتے تھے میں بچپن سے ہی دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ مجھے صحابہ کی سی خدمت کرنے کی توفیق دے- میری دعا قبول ہو گئی اور میں نے 1889 میں لدھیانہ میں بیعت کی اور پھر دوبارہ 1891 میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی- اُس وقت آپ پیسہ اخبار میں کام کرتے تھے- آپ فرماتے ہیں:

"1892 میں حضورؑ فیروزپور تشریف لا رہے تھے اُس وقت میں محکمہ انہار میں کام سیکھ رہا تھا- حضورؑ کی فیروزپور واپسی پر میں رائے ونڈ تک آپ علیہ السلام

کے ساتھ گیا- رائے ونڈ اسٹیشن پر آپ نے فرمایا تم ملازم تو ہو نہیں چلو میرے ساتھ لاہور چلو- میں بھی تیار ہو گیا- ریلوے اسٹیشن پر ایک چھوٹی سی مسجد تھی جہاں حضورؑ نماز عصر پڑھنے کے لئے وضو کر رہے تھے- میں پلیٹ فارم کی طرف گیا تو وہاں لیکھرام موجود تھا اور وہ جالندھر جانے والا تھا- مجھے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو، میں نے حضرت اقدس (مرزا غلام احمد) کی تشریف آوری کا ذکر کیا، تو خدا جانے اُس کے دل میں کیا آئی کہ وہ بھاگا ہوا حضرت اقدس کے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر آپ کو سلام کیا- حضورؑ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کوئی جواب دیئے بغیر آپ پھر وضو کرنے میں مصروف ہو گئے - اُس نے پھر سلام کیا اور کھڑا رہا- مگر حضورؑ نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ چلا گیا- کسی نے کہا لیکھرام آپ کو سلام کرتا تھا- آپ نے نے فرمایا: اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے، یہ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اُس کا سلام لوں"-

حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے اعلیٰ اخلاق پیدا ہو چکے تھے۔ وہ اپنے بیوی بچوں سے حسنِ سلوک کرنے میں بے مثال انسان تھے، اپنے ملازموں کے ساتھ بھی اپنے بچوں جیسا سلوک کرتے تھے۔ گھر میں سے اُن کو کوئی ڈانٹتا تو کہتے یاد رکھو وہ بھی انسان ہے۔ اپنے گھر میں ہی ان کو ایک حصّہ دے رکھا تھا تا کہ بیوی بچے بھی نوکر کے ساتھ رہ سکیں۔ اکثر جب بچے گھر آتے تو ملازم کو چھٹی دے دیتے۔ بچے اعتراض کرتے کہ ہم جب گھر آتے ہیں تو آپ ملازم کو چھٹی دے دیتے ہیں۔ فرماتے بھئی! وہ بھی انسان ہے- میں کہتا ہوں اب آپ آ گئے ہو تو گھر کو اور کام کاج کو سنبھال لو گے اس لئے میں اُن کو آرام کرنے کے لئے رخصت دے دیتا ہوں-

میرے دادا جان غلام قادر ملسیاں میں اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور جاڑلہ ایک گاؤں ملسیاں کے قریب ہی تھا اور حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ ملسیاں کے اسکول میں پڑھنے آتے تھے اور میرے دادا جان کے شاگرد تھے- آپ دادا جان کی بے حد عزت کرتے تھے اور بڑے فرمانبردار شاگرد تھے-

میرے دادا جان، میرے ابا جان، اور تایا جان کا قبول احمدیت

حضرت یعقوب علی عرفانی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ لاہور تشریف لے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی اور بعد ازاں آپ کی ادارت میں "الحکم" کا پرچہ 1897 میں جاری ہوا تو آپ یہ پرچہ میرے دادا جان کو بھی بھیجتے رہے جس کے پڑھتے رہنے سے آپ پر بہت اچھا اثر پڑا اور آپ دل سے حضرت مرزا غلام احمد امام الزمانؑ کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے اسی لئے آپ نے اپنے دو بیٹے محمد اسمٰعیل اور محمد علی اظہر قادیان میں حضرت یعقوب علی عرفانی کو اطلاع دے کر بھجوا دیئے کہ دونوں کو اسکول اور بورڈنگ میں داخل کروا دیں- جب وہ قادیان پہنچے تو آپ دونوں کو ساتھ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں دونوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی- یہ 1906 کی بات ہے۔ اس وقت میرے ابا جان حضرت قریشی محمد اسمٰعیل معتبر کی عمر 14 سال اور تایا جان حضرت محمد علی اظہر کی عمر 16 سال تھی- پھر جب پندرہ دن بعد دادا جان قادیان آئے تو آپ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا-

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس طرح تینوں باپ بیٹوں کو اُس مبارک اور برگزیدہ گروہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا: "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا" - میرے والد بزرگوار اور تایا جان دونوں ہی تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور دادا جان واپس جالندھر جا کر تدریسی فرائض انجام دیتے رہے- الحمدُللہ علیٰ ذالک۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے۔" (الفضل 20 نومبر 1946 صفحہ 7)

ذکرِ خیر محترمہ امۃ العزیز ادریس مرزا صاحبہ

عصمت مرزا اہلیہ ڈاکٹر انس مرزا

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ربوہ میں دفتر لجنہ مرکزیہ کی خوبصورت اور جدید عمارت نئی نئی بنی تھی اور ہم ناصرات سے لجنہ میں قدم رکھنے والی لڑکیاں خوشی خوشی امتہ الحیٰ لائبریری میں کتابیں لینے اپنے کالج جامعہ نصرت سے دفتر لجنہ جاتی تھیں۔ اس دوران میں ایک دن میں دفتر کے سامنے سے گزری تو ایک بارعب شخصیت پر نظر پڑی۔ بے حد نفیس لباس میں ملبوس، نازک سی عینک پہنے جس کے ساتھ ایک سنہری زنجیر آراستہ تھی، آہستہ آہستہ کسی سے باتیں کر رہی تھیں۔ میں نے اپنی سہیلی سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ محترمہ امۃ العزیز ادریس صاحبہ ہیں اور حضرت چھوٹی آپا مریم صدیقہ بیگم صاحبہ کی سیکرٹری ہیں جو اس وقت بین الاقوامی صدر لجنہ مرکزیہ تھیں۔ تو یہ تھی میری پہلی ملاقات اس پُر وقار اور حلیم ہستی کے ساتھ۔۔۔

زندگی کے دن یونہی رواں دواں تھے۔ میں نے پڑھائی کی غرض سے ربوہ سے لاہور کی طرف رُخ کر لیا کیونکہ میرا فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں داخلہ ہو گیا تھا۔ مصروفیت سے بھرپور طالب علمی کے دن گزر رہے تھے۔ اسی دوران میں میرے لئے رشتہ آیا اور میری جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے بعد زندگی کا نیا دور شروع ہو گیا جس میں اس پیاری ہستی سے جو اب میری امی جان تھیں، اتنا پیار، اتنی قربت اور محبت ملی کہ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ وہ ایک مثالی ساس تھیں۔ جنہوں نے اس بات کو کہ ساس بھی ماں ہوتی ہے، کی عملی تصویر بن کر دکھایا، الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

شادی کے شروع کے دنوں سے مجھ سے پیار کا سلوک کیا۔ مجھے کہتی تھیں میاں کے دل کا راستہ اس کے معدے سے گزرتا ہے۔ انس کو اچھا کھانا کھانے کا شوق ہے اور تمہارے لئے کام آسان ہے۔ میں بہت ہنستی تھی۔ بے شک وہ ٹھیک ہی کہتی تھیں۔ دنیا کی مائیں شادی کے بعد دلہن کے سامنے اپنے بیٹے کے تعریف کرتے نہیں تھکتیں مگر یہ ہمیشہ میری بہت تعریف کرتیں اور کہتی تھیں کہ بہو کو ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھنا چاہیئے۔ وہ پہلے ہی اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑنے پر دکھی ہوتی ہے، اگر انہیں سسرال میں پیار نہ ملے تو وہ اُداس ہو جاتی ہیں۔ بہوؤں کو پیار کر کے اپنانا چاہیئے۔ کاش ایسی سوچ ہر ساس کی ہو تو گھر جنت نظیر بن جائیں۔

امی جان میری شادی کے شروع کے چند ماہ میری نند باجی صبیحہ قریشی کے گھر چلی گئیں کہ میاں بیوی کو شروع میں الگ وقت دینا چاہیئے تاکہ ان میں ذہنی ہم آہنگی ہو۔

وقت ایسے ہی گزرتا گیا۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ آپ بے حد عبادت گزار تھیں، پانچوں وقت وضو کر کے وقت پر نماز ادا کرنے کی کوشش کرتیں۔ رمضان میں اکثر روزے رکھتیں جس پر میں انہیں جسمانی کمزوری کی وجہ سے منع کرتی تھی مگر پھر بھی بے حد اصرار سے روزہ رکھتیں۔ قرآن شریف کی روزانہ خوبصورت آواز میں تلاوت کرتیں۔ حضور کے درس القرآن سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ ایک چھوٹی ڈائری میں مستقل نوٹس لکھتی رہتیں۔ وقتاً فوقتاً نیکی کی ہدایت کرتی رہتیں۔ باقاعدگی سے MTA دیکھتیں اور ہمیں بھی تلقین کرتیں۔

مجھے اکثر کہتیں کہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تحت تمام خاندان کے بچوں اور بڑوں کو نصیحت کرتی ہوں۔ اپنی زندگی کے حالات اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کبھی میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے بتاتی رہتی تھیں۔ جو باتیں مجھے یاد ہیں وہ کچھ اس طرح سے ہیں:

آپ کی پیدائش 23 مارچ 1928 کو افریقہ کے شہر مگاڈی میں ہوئی۔ آپ 5 بہن بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھیں۔ آپ کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 'امۃ العزیز' رکھا۔ آپ کے والد محترم ڈاکٹر بدرالدین صاحب فرشتہ صفت، عبادت گزار بزرگ انسان تھے جنہیں احمدیت کی تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ سراج بی بی صاحبہ صحابیہ تھیں اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں دبانے کی سعادت حاصل تھی۔ اُن کا خاندان افغانستان سے امام مہدی کی آمد کی اطلاع پا کر قادیان میں آباد ہوا تھا۔

جب امی جان چھوٹی تھیں تو کچھ عرصہ کراچی میں قیام کے بعد آپ کا خاندان قادیان میں رہنے لگا۔ قادیان کی باتیں، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی باتیں، حضرت سیّدہ اماں جانؓ کی باتیں، قادیان کے شب و روز اور جلسے، نمازیں اور لجنہ کے اجلاس کی باتیں ہمیں بار بار سناتیں۔ قادیان کو بہت یاد کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ بتایا کہ میں چھوٹی سی تھی اور بھاگ کر قصرِ خلافت اپنی امی کے ساتھ چلی جاتی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ بہت پیار فرماتے اور کہتے اس کا نام تو 'بدرالنساء' ہے اور جب نہ جاتی تو پوچھتے ہماری بدرالنساء کہاں ہے۔ واقعی وہ اپنے عظیم کردار اور خوبصورت شخصیت کی بناء پر عورتوں کا چاند ہی تھیں۔

امی جان نے 1944ء میں میٹرک کا امتحان دینے کے بعد حضرت اُمّ ناصر صاحبہ کے گھر جاکر حضور کی خدمت میں عرض کی کہ میں زندگی وقف کرنا چاہتی ہوں اور کانوں کے بُندوں کی جوڑی چندہ میں دیتی ہے۔ حضور نے بُندے واپس کردیئے اور وقفِ زندگی کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ بعد ازاں آپ کی شادی ایک واقف زندگی محترم مرزا محمد ادریس صاحب سے ہوئی جو سالہا سال انڈونیشیا کے مربی سلسلہ بھی رہے۔ یوں تمام عمر وقفِ زندگی کی حیثیت سے خدمت دین میں گزاری اور 40سال تک حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ کام کیا۔ امی جان نے میٹرک کے بعد گھر میں ہی F.A اور B.A کی پڑھائی کی نیز جامعہ نصرت میں دینی تعلیم چار سال درجہ رابعہ تک حاصل کی۔

اب کچھ باتیں اُن کی شخصیت کے چند پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہوئے۔۔۔صفائی ستھرائی کے معاملہ میں حدّ کمال تک سلیقہ مند۔۔۔کپڑے انتہائی قرینے سے الماری میں رکھتیں ایسے کہ ایک ایک کونہ تہہ لگا کر برابر ہوتا۔ اپنا بستر صبح برابر بناتیں حتّٰی کہ چادر پر ایک شکن بھی نہ ہوتی۔ کمرے اور الماری میں خوشبو کے لئے چھوٹے چھوٹے مخروطے (cones) استعمال کرتیں۔ ہر روز نہادھو کر تیار ہوکر خوب خوشبو کا استعمال کرتیں۔ ہر کھانے کے بعد دانت صاف کرتیں اور ہمیں بھی توجہ دلاتیں۔

خوش لباس تھیں اور حقیقتًا جو بھی لباس پہنتی تھیں وہ آپ کی پُر وقار شخصیت کو چار چاند لگا دیتا تھا۔ اچھے کپڑوں کا شوق تھا اور خود بھی بہت اچھی سلائی کرتیں۔ مجھے بھی سلائی کے کئی طریقے بتائے۔ چھوٹوں سے بے حد شفقت اور نوجوانوں سے اُن کے مذاق کی باتیں۔ پردے کی بے حد پابند تھیں اور ہمیں بھی توجہ دلاتی تھیں۔ چندے کا حساب باقاعدہ نوٹ بک میں لکھتی تھیں۔ کتابیں پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ دینی ہوں یا دنیوی، میڈیکل کی کتابیں تک پڑھتی تھیں۔ بے حد اچھی کار چلاتی تھیں۔ کمپیوٹر استعمال کرنا سیکھا۔ آپ کی اولاد میں 4صاحبزادیاں ہیں محترمہ صبیحہ قریشی صاحبہ، محترمہ بشریٰ خالد صاحبہ (کینیڈا)، محترمہ حمیدہ خالد صاحبہ، محترمہ ناصرہ خان صاحبہ (لندن) اور دو بیٹے ہیں۔ مرزا اَنیس احمد اور ڈاکٹر مرزا انس احمد، 18 پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ تمام بچے اپنے اپنے رنگ میں خدمت دین بجالارہے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ خاندان میں پیار اور اتفاق سے بہت خوش ہوتیں۔ اور ہمیشہ مل جُل کر رہنے کی تلقین کرتی تھیں۔

آخری 2سال میں ترجمۃ القرآن کی فون پر کلاسیں لیتی تھیں، 24اکتوبر کو اپنی آخری کلاس لے کر بڑی خاموشی سے اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئیں اناللہ وانّا الیہ راجعون۔ اور یوں "بدر النساء" کا دلنواز پیکر ہمیں سوگوار چھوڑ کر ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ کئی دن کئی ہفتے ایسا لگتا کہ ابھی کسی دروازے سے مسکراتی ہوئی نکلیں گی۔ مگر سب اللہ کی رضا پر راضی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فعال خدمت دین سے بھرپور زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائی، الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ انہیں اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ اور اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے، آمین ثم آمین۔ اور انکی نسلیں خادم دین فدائی احمدی بن کر اس ورثہ کو جاری رکھیں، آمین ؎

ہے دعائے مغفرت اس دردِ فُرقت کا علاج
دیدۂِ خوں بار شوقِ وصلِ خالق میں ہوں نَم
مرنے والے پر خدا کی رحمتیں ہوں تا اَبد
رہنے والوں کو مناسب ہے، چلیں نقشِ قدم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے عقلمند اور مدبر ہو، اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو، ہر گز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔" (الفضل 4ستمبر 1937 صفحہ 8)